ISSN 2395 - 1494

فروری ۔ ۲۰۱۶ء
FEBRUARY-2016

Rs.20/-

اہلِ سنت کا ترجمان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

اعلان نبوت سے پہلے کی پیغمبرانہ زندگی

یوم ولادت رسول کو بطور "عالمی یوم امن وانسانیت" منایا جائے

نکاح سے بھلائیاں وجود میں آتی ہیں

عورت کو وراثت میں ایک حصہ اور مرد کو دو حصہ اس لیے ملتا ہے کہ شوہر کے ذمے دو قسم کے خرچ ہوتے ہیں، اپنا بھی اور اپنی بیوی بچوں کے بھی جب کہ عام حالات میں لڑکی کے ذمہ صرف اپنا خرچ ہوتا ہے اس لیے اسے ایک حصہ دیا جاتا ہے اور جب لڑکی شادی کے بعد اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے تو اپنے شوہر کی جائداد میں بھی حصہ دار ہوتی ہے۔

ایڈیٹر
محمد قمر الدین رضوی

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

جلد ۲۶ — فروری ۲۰۱۶ء — ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۳۷ھ — شمارہ ۲

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد ضیاء الدین انصاری
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن انصاری
معاون منیجر	محمد سعید انصاری
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	محمد کامل نعیمی

مشیرِ اعلیٰ
علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر
محمد قمر الدین رضوی

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر حافظ محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس دہلی ۶ سے چھپوا کر آفس ماہنامہ کنز الایمان دہلی ۴۲۳ مٹیا محل دہلی سے شائع کیا۔

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۰ روپے
سالانہ	۲۴۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ روپے
تاحیات	۵۰۰۰ روپے
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھنے سے پہلے غور کرلیں کہ سالانہ زرِ تعاون ختم تو نہیں ہو گیا اگر ایسا ہے تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ اپنی ممبری فیس روانہ فرما کر رسالے کو جلا بخشیں (ادارہ)

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

ڈرافٹ KANZUL IMAN MONTHLY کے نام سے بنوائیں

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

KANZUL IMAN MONTHLY

423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)

Ph:.23264524 Email. Kanzuliman@yahoo.co.in

آئینۂ کنز الایمان

صفحہ نمبر	منزلیں	شرکائے سفر	نشانِ منزل	نمبر شمار
۵	اب یوم ولادت رسول کوبطورعالمی یوم امن وانسانیت	محمد ظفرالدین برکاتی	اداریہ	۱
۱۴	دین میں فقہ کی اہمیت وافادیت	محمد صلاح الدین رضوی	انوارِ قرآن	۲
۱۷	اسلام ایک عالم گیرآفاقی دین ومذہب	محمداحمد نعیمی	انوارِ حدیث	۳
۲۲	عوام میں مشہور غلط فہمیوں کی اصلاح	محمد سفیرالحق رضوی	شرعی مسائل	۴
۲۴	اعلان نبوت سے پہلے کی پیغمبرانہ زندگی	محمد ظفرالدین برکاتی	سیرت النبی	۵
۲۸	یوم ولادت رسول یوم امن وشانتی کیوں؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	دعوت فکر	۶
۳۱	حدیث احساس اورتصوف کی تعلیم وتربیت	محمدانورعلی سہیل فریدی	تصوف وصوفیہ	۷
۳۴	اسامہ پھربغدادی۔اگلانشانہ کیوں؟	عبدالمعیدازہری	حالات حاضرہ	۸
۳۷	نکاح سے بھلائیاں وجود میں آتی ہیں	محمد یونس برکاتی	اصلاح معاشرہ	۹
۴۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حدیث نبوی سے شغف	محمدامجداقبال خاں	شخصیات اسلام	۱۰
۴۶	محبوب العلماء مولانامحبوب رضاروشن القادری	فیروزعالم بخت قادری	نقوش رفتگاں	۱۱
۴۹	بہار میں سواداعظم اہل سنت کے نقیب	محمد ولی اللہ قادری	اظہار واعتراف	۱۲
۵۴	محبوب العلماء شاہ حمیدالرحمٰن قادری جوارِرحمت میں	ریحان رضاانجم مصباحی	آخری سفر	۱۳
۵۶	دوستی کاحق اچھی بات، بری بات سے روکنے سے ادا	محمد صادق رضامصباحی	نقوش راہ	۱۴
۶۱	نعت پاک،منقبت درشان محبوب العلماء	شعرائے اسلام	بزم سخن	۱۵
۶۳	روحانی وجسمانی امراض کامراسلاتی علاج	مفتی محمد میاں ثمر دہلوی	روحانی علاج	۱۶

صوفیہ کا عقیدہ ونظریہ

’’ایک بے قصور انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔‘‘ (قرآن حکیم)

صوفیہ کا مذہب ومسلک

’’اگرراہ میں کانٹے بچھائے جانے والوں کو کانٹے بچھا کر جواب دِیا جانے لگا تو پوری دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔‘‘

اداریہ

سنگ میل

یوم ولادت رسول کو بطورِ ''عالمی یوم امن وانسانیت'' منایا جائے

اپنے آقا محسن انسانیت کی میلاد کی اتنی خوشیاں مناؤ کہ دنیا کی ہر خوشی اس کے آگے ماند پڑ جائے

محمد ظفر الدین برکاتی ☆

موضوع اور پیغام کو سمجھنے کے لیے پہلے خطبہ حجۃ الوداع پڑھیے:

''اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بیشک تمھارے باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہیں۔ سن لو، کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی سُرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سُرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (اس طرح زمانۂ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ ونسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصوراتِ جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے مساواتِ اسلام کا علم بلند فرمایا۔)

اے لوگو! تمھاری جانیں اور تمھارے اموال تم پر عزت وحرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو، یہ اس طرح ہے جس طرح تمھارا آج کا دن حرمت والا ہے اور جس طرح تمھارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ بے شک تم اپنے رب سے ملاقات کروگے وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ سنو! میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔

اور جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچادے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمھارے لئے اصل زر ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا (سود، بیاج) کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ یہ سب کا سب معاف ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور قبیلہ ہذیل نے اس کو قتل کر دیا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی، لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اس لئے تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔ جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) ان مہینوں میں جنگ وجدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمھیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمھارے زیر دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمھارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمھارا اُن پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو، تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کردو، انہیں بطورِ سزا تم مار (بھی) سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو، اگر وہ باز آجائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد ونوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو، بے شک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے نبی کی سنت۔ اے لوگو! میری بات غور سے سنو، اور اس کو سمجھو! تمھیں یہ چیز معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے، پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ جان لو کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد وعناد نہیں کرتے۔ کسی عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا۔ حاکم وقت کو ازراہ خیر خواہی نصیحت کرنا۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اور بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو، ان کے علاوہ ہیں۔ جس کی نیت طلب دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے فقر وافلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کردیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدنی منتشر ہوجاتی ہے اور

،اس کواس سے اتنا ہی حاصل ہوتا ہے جواس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کردیتا ہے اوراس کا پیشہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔

بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔تمھارے غلام، جو تم کھاتے ہو اُن سے ان کو کھلاؤ۔جو تم خود پہنتے ہو اُن سے ان کو پہناؤ، اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہوجائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کردو۔اے اللہ کے بندو! اُن کو سزا نہ دو۔میں پڑوسی کے بارے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکار دوعالم نے اتنی بار دہرایا کہ یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ حضور پڑوسی کو وارث نہ بنادیں) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لئے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لیے وصیت کرے۔ بیٹا، بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لیے پتھر۔جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال نہ قبول کرے گا۔جو چیز کسی سے مانگ کر لاؤ اُسے واپس کرو، عطیہ ضرور واپس ہونا چاہیئے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیئے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔(صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد)

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا، تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا، ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کردی۔حضور نے اپنی انگشت شہادت کو آسما

انوارِ قرآن

دین میں فقہ کی اہمیت وافادیت

محمد صلاح الدین رضوی☆

لغت میں فقہ کا معنی ہے شق کرنا اور کھولنا لیکن اصطلاح میں فقہ کہتے ہیں شرعی اور عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل کے ذریعے معلوم کرنے کو اور چوں کہ فقیہ، شریعت کے احکام کو کھولتا ہے اور تفصیلی دلائل کے ذریعے ان کو معلوم کر لیتا ہے اس لیے اس کو فقیہ کہا جاتا ہے۔ فقہ کوئی خود ساختہ اور نیا فن نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور ان میں اس کے حاصل کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً، فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَارَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۲)

مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت مبارکہ میں صراحت کے ساتھ دینی تفقہ اور فقہی شعور حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور یہی فقہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۲) اللہ تعالیٰ جس کے حق میں خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

وَاِنَّ رِجَالًا يَّأْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِى الدِّيْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصَوْابِهِمْ خَيْرًا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۴)

بے شک زمین کے مختلف خطوں سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے تاکہ دین میں تفقہ حاصل کریں جب وہ تم سے ملیں تو تم انھیں خیر کی وصیت کرنا۔

قرآن وحدیث میں تفقہ فی الدین اور رفتار زمانہ سے پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل کی طرف توجہ اس لیے دلائی گئی ہے کہ ان میں بدلتے ہوئے حالات وواقعات سے پیدا ہونے والے تمام مسائل کا تفصیلی حل صراحت کے ساتھ موجود نہ تھا تو ضروری ہوا کہ ایک طبقہ اہل علم کا ایسا بھی ہو جو تفقہ فی الدین حاصل کرے پھر لوگوں میں اس کی نشر واشاعت کا فریضہ انجام دے تاکہ لوگوں تک نئے مسائل کا شرعی حکم پہنچ جائے لیکن عوام کے لیے ان مسائل کا استخراج جائز نہیں کہ وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتے بلکہ انھیں صرف ان علمائے مجتہدین کے بتائے ہوئے شرعی احکام پر عمل کرنا واجب ہے۔

ارشاد باری ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ نحل، آیت: ۱۴) علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔

انہیں ضروریات کی بنیاد پر دور رسالت ہی میں تفقہ فی الدین اور فقہ کی بنیاد پڑ چکی تھی، یہ اور بات ہے کہ سرکار دوجہاں ﷺ جب قریب جلوہ فرما ہوتے اور صحابۂ کرام کو اپنی شخصی زندگی میں کوئی نیا مسئلہ پیش آ جاتا تو وہ فوراً سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کر لیا کرتے لیکن یہ صحابۂ کرام اگر سرکار علیہ السلام سے دور ہوتے اور لوگوں کے نو پید مسائل کا انھیں فیصلہ فرمانا ہوتا اور قرآن وحدیث میں ان کا حل صراحت کے ساتھ موجود نہ ہوتا تو یہ بزرگ صحابۂ کرام اجتہاد کے ذریعے ان کا حل پیش فرما دیتے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: سرکار دوجہاں ﷺ نے جب مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا اے معاذ! تم مقدمہ کا فیصلہ کس طرح سے کروگے؟ میں نے عرض کیا کتاب اللہ سے کروں گا۔ سرکار علیہ السلام نے پھر پوچھا، اگر اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ میں نہ پا سکو تب کیا کروگے؟ میں نے عرض کیا ایسی صورت میں سنت رسول اللہ سے اس کا فیصلہ کروں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پھر پوچھا، اگر میری سنت میں بھی اس کا حل نہ پاؤ تب کیا کروگے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول

اللہ واس کے بعد میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حکم شرعی نکالنے کے لیے اپنی کوشش میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس بات کی توفیق بخشی جس سے اللہ کے رسول ﷺ راضی ہیں۔(مشکوٰۃ شریف،ص ۳۲۴)

لیکن فقہ کو مستقل فن کی حیثیت دینے والے بزرگ سراج الامۃ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؓ ہیں جنھوں نے جب دیکھا کہ آئے دن نت نئے مسائل رونما ہو رہے ہیں اور نئے مسائل کا صریحی حکم قرآن وسنت یا اجماع امت میں موجود نہیں جب کہ اسلام ہر دور کے لوگوں کے لیے راہ ہدایت اور مشعل راہ ہے۔ یہ وہ دور تھا جس میں اسلام مخالف عناصر نے ہزاروں احادیث گڑھ کر قوم میں پھیلادیے جس کی بنیاد پر بہت سے اسلامی احکام کو پردۂ خفا میں چلے جانے کا خدشہ تھا۔ انہی ضروریات کے پیش نظر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؓ نے روز مرّہ رونما ہونے والے مسائل میں حضرات صحابۂ کرام کے اجتھادات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ طریقہ اخذ کیا کہ

نئے مسائل میں قرآن وسنت سے احکام کا استخراج کس طرح کیا جاتا ہے؟ نصوص قرآنیہ سے صحیح مفہوم اخذ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تعبیرات اور اندازِ بیان سے حکم کی نوعیت کیسے معلوم ہوتی ہے؟ حدیث کی قوت وضعف کا احکام پر کون سا اثر پڑتا ہے اور کس نوعیت کے احکام کس حدیث سے ثابت ہوتے ہیں؟

اسی طرح بے شمار اصول وضوابط آپ نے مرتب فرما کر علم فقہ کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے دنیا میں متعارف فرمایا۔ استخراج مسائل کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے اپنے چالیس علماء وفقہاء تلامذہ کو منتخب فرمالیا تھا۔ جب کسی مسئلے کا حل درپیش ہوتا تو اس مسئلے پر اُن تلامذہ سے بحث وتمحیص فرماتے، پھر جو طے پاتا اُسے شرعی مسئلہ قرار دے دیا جاتا۔(مقدمہ تاتارخانیہ جلد اول،ص ۱۳)

یہ فقہ ہی کی برکت ہے کہ امت مسلمہ کو کتے کے گوشت اور سور کی کلیجی کی حرمت معلوم ہوسکی ہے ورنہ کسی بھی حدیث سے صراحت کے ساتھ کتے کی حرمت ثابت نہیں اسی طرح کسی بھی آیت کریمہ یا حدیث شریف سے صراحت کے ساتھ سور کی کلیجی کی حرمت ثابت نہیں۔ قرآن شریف میں تولحم الخنزیر آیا ہے اس میں کلیجی کا ذکر صریحی موجود نہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں ہے:

فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اُتنا پڑھو۔ اس آیت کا اقتضاء یہ ہے کہ نماز میں جو بھی سورہ یا آیت پڑھ لی جائے نماز ہوجائے گی مگر حدیث میں ہے کہ

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْكِتَابِ۔

یعنی بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوگی۔ تو حدیث آیت کریمہ کے معارض ہوگئی۔ فقہ ہی کی برکت سے یہ تعارض بھی دور ہوگیا کہ فقہائے کرام نے فرمایا کہ مطلقاً قرأت فرض ہے اور خاص سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

فقہ کی ان تمام اہمیتوں کے باوجود بعض لوگ فقہی احکام کے منکر اور اس پر عمل کرنے سے بیزار ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن حکیم کلام باری تعالیٰ ہے اور احادیث مبارکہ فرمودات نبی مکرم ﷺ جب کہ فقہ چند انسانوں کے کلام کا مجموعہ ہے اور ہم پر یا تو رب کائنات کا فرمان نافذ ہوسکتا ہے یا اُس کے رسول ﷺ کا۔ چند انسانوں کے کلام سے شرعی احکام کیسے ثابت ہوسکتے ہیں؟ بلکہ ان کی اطاعت تو شرک ہے۔ انھیں جان لینا چاہیے کہ ائمہ مجتہدین کی اطاعت رب کائنات ہی کی اطاعت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔(سورۂ نساء آیت ۵۹،پ۵،ع۵)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اولی والامر سے مراد فقہاء وائمہ مجتہدین ہیں۔

ابن قیم کے شاگرد حافظ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء وائمہ دین ہیں اور یہی قول امام مجاہد، عطاء، حسن بصری اور ابوالعالیہ کا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس میں امراء وعلماء سب داخل ہیں۔(تفسیر ابن کثیر جلد اول،ص ۵۱۸)

اب یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ فقہاء ومجتہدین کی اطاعت ہم پر واجب نہیں۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی باطل ہے کہ قرآن

وحدیث کے ہوتے ہوئے ہمیں فقہی احکام کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ فقہی احکام الگ سے کوئی چیز نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ اور ان کی تشریح وتوضیح ہوتے ہیں۔قانون وضع کرنے کا حق تو صرف اللہ ورسول کو ہے، ائمہ مجتہدین تو ان قوانین کی تشریح کرتے ہیں اور ہم انھیں شارح قوانین کی حیثیت سے مانتے ہیں۔

دیکھئے حدیث شریف میں گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے، سونا کو سونا کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنا حرام کیا گیا ہے۔ارشاد نبوی ہے:

الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلاً بمثل يدًا بيدٍ والفضل ربوا۔(صحیح مسلم)

گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے، سونا کو سونا کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے برابر برابر ہاتھ در ہاتھ بیچو۔جس نے زیادتی کی وہ سود ہے۔

ان چھ چیزوں میں زیادتی حرام ہونے کی وجہ قدر وجنس یعنی ان کا کیلی، وزنی اور ایک ہی جنس کا ہونا ہے۔

اِس حدیث سے استخراج کرتے ہوئے ائمہ مجتہدین نے چونا میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع کو حرام کردیا ہے تو فقہ چند انسانوں کا علاحدہ قول نہ ہوا بلکہ یہ حقیقت میں اللہ ورسول ہی کا فرمان عالیشان ہوا۔

☆☆☆

☆استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری ضلع سیتامڑھی (بہار)
08051565474

سنی دعوت اسلامی کے امیر کی حیات وخدمات پر مبنی کتاب ''تجلیات نوری'' کی رونمائی

سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی عالمگیر دعوتی تحریک سنّی دعوت اسلامی کے امیر داعی کبیر حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر علی نوری گزشتہ پچیس سالوں سے اپنے رفقائے کار کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔۱۱،۱۲،۱۳ر دسمبر ۲۰۱۵ء کو سنّی دعوت اسلامی کے عالمی سالانہ سنّی اجتماع کا انعقاد وادیٔ نور آزاد میدان ممبئی میں عمل میں آیا جس میں کئی کتابیں منظر عام پر آئیں۔دنیا میں پہلی بار امیر تحریک کی حیات وخدمات پر مضامین کا ایک حسین گلدستہ بنام ''تجلیات نوری'' کی رونمائی مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی مصباحی کے ہاتھوں ہوئی جسے مالیگاؤں کے نگراں حضرت مولانا الحاج سید محمد امین القادری نے مرتب کیا ہے۔''تجلیات نوری'' چار ابواب تاثرات، مقالات، مشاہدات اور منظومات پر مشتمل ہے۔تاثرات کے باب میں عالم اسلام کے 40 جید ومستند علمائے کرام کے تاثرات، مقالات میں ملک وبیرون ملک کے 43 نامور قلم کاروں کے مقالے شامل ہیں۔ان مقالوں میں امیر تحریک کے خاندانی پس منظر، احوال وآثار، دینی وعلمی خدمات اور تصانیف کا گراں قدر تعارف وتذکرہ موجود ہے۔مشاہدات میں 7 ثقہ راویوں نے اپنے مشاہدات کو سپرد قلم کیا ہے، اس طرح یہ کتاب ایک مکمل سوانحی دستاویز کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔5 منظوم کلام بھی کتاب کے حسن میں اضافہ کررہے ہیں، تحریک پر لکھے گئے 2 ترانوں کو بھی منظومات میں جگہ دی گئی ہے اور کتاب کے آخر میں تحریک کا مکمل تعارف اور مکمل شعبہ جات کی تفصیل تحریر کی گئی۔کتاب دستاویزی رنگ اختیار کرگئی ہے جو بہت بڑا کمال ہے۔چاروں ابواب انتہائی وقیع اور بے حد قیمتی ہیں، اس کا اندازہ مضامین کے تفصیلی مطالعے کے بعد لگایا جاسکتا ہے، وقت کی انتہائی معتبر شخصیات اور ماہر ارباب قلم کی شمولیت بھی اس کتاب کی وقعت میں اضافے کا سبب بن رہی ہے۔یہ ایک انقلابی نوعیت کا تحقیقی کارنامہ اور ایک تاریخی کام ہے جس کی پہلی بار طباعت کا سہرا شاخ مالیگاؤں کو جاتا ہے جس میں مرتب کی محنتیں اور ان کے قلم کی رنگ آمیزیاں قارئین کو تحسین وآفریں پر آمادہ کرتی ہیں۔مولیٰ تعالیٰ ان کی زبان وقلم میں پختگی، علم وعمل میں برکت اور فکر وخیال میں وسعت عطا فرمائے۔(آمین)

485 صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت 100 روپے۔ہم اتنی قیمتی، حقائق سے بھرپور خیال انگیز کتاب کی ترتیب پر مصنف کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔کتاب کا کاغذ نہایت عمدہ اور نفیس استعمال کیا گیا ہے۔مرکز سنی دعوت اسلامی، مالیگاؤں، مکتبۂ طیبہ، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی اور دیگر مکتبوں سے کتاب کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ رابطہ: 9371808070,9260808070,9370008070

اسلام ایک عالم گیر آفاقی دین و مذہب

مولانا ڈاکٹر محمد احمد نعیمی☆

دین اسلام صرف مسلم قوم، مسلم ممالک یا کسی مخصوص خطے یا زمانے کے لیے نہیں بلکہ یہ ایک عالمگیر آفاقی مذہب ہے جو دنیا کی ہر قوم ، ہر ملک اور زمانے کے لیے ہے۔ جس طرح یہ مسلمانوں کا دین ہے اسی طرح یہ غیر مسلموں کا دین ہے کیوں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اسی فطری دین پر نوعِ انسانی کا ہر فرد جنم لیتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

کل مولودیولد علی الفطرة فابواه یهوّدانه او ینصّرانه او یمجّسانه۔ ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اب اگر کوئی اپنی اس فطرت سے روگردانی کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی فطرت وطبیعت سے بغاوت کرتا ہے اور اپنے اصل مقام سے دور ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والے کلام الٰہی یعنی قرآنِ پاک کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسان برادری کے لیے نمونۂ عمل ہیں اور اس کی اتباع وپیروی میں ہی سبھی کی فلاح وبہبود اور نجات وکامیابی ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

وارسلنك للناس رسولاً۔ ۱؎ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو سبھی لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

یٰآیها الذین قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرًا لکم۔ ۲؎ اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو۔

قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

انما انت منذر وکل قوم هاد۔ ۳؎
تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔

قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً۔ ۴؎
اے نبی! تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وما ارسلنٰكَ اِلَّا رَحمَة للعٰلمِیْن۔ ۵؎
ہم نے آپ کو سارے سنسار کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

وَما ارسلنٰك اِلا کافّةً للناس۔ ۶؎
(اے رسول) ہم نے آپ کو ایسی رسالت کے ساتھ بھیجا جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

انّا ارسلنا الیکم رسولاً۔ ۷؎
(اے لوگو) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔

مذکورہ آیتیں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی عمومیت پر دلیل اور برھان ہیں کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور سارا عالم آپ کی امت ہے۔ ان آیات سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہادیٔ عالم حضرت محمد ﷺ کی رسالت عام ہے۔ تمام کائنات آپ ہی کے دائرۂ رسالت میں ہے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے، امیر ہوں یا غریب اور اگلے ہوں یا پچھلے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور سب آپ کے امتی ہیں۔

پیش کردہ قرآنی آیات کی وضاحت صحیح بخاری ومسلم شریف کی درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی (رسول) کو نہ دی گئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی۔ (۲) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک کی گئی، جہاں میرے امتی، نماز کا وقت ہوجائے، نماز پڑھے اور (۳) میرے لیے غنیمتیں حلال فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں۔

وکان النبی یبعث الیٰ قومه خاصّة وبعثتُ الی الناس کافّةً۔ ۸؎ انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔

مسلم شریف کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث بھی

درج ہے۔حضور انور ﷺ نے فرمایا:

وارسلتُ اِلَی الخلق کافّۃ۔۹

میں تمام مخلوق کی طرف رسول ہوں۔

ان آیات واحادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پیغمبر اسلام احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پوری دنیا اور پوری انسانیت کے لیے رسول ہیں۔اب ذرا ایک نظر اُن آیات پر اچھی طرح ڈالیں جو قرآن حکیم کی ہدایت ورہنمائی کے عام ہونے پہ شاہد ہیں۔ارشاد باری ہے:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس وبیّنٰتٍ من الھدی والفرقان۔۱۰

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا،لوگوں کے لیے ہدایت ورہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

والھدیٰ من بعد مابیّنہٗ للناس فی الکتاب۔۱۱

اور ہدایت بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اس کتاب (قرآن میں واضح فرما چکے۔قرآن حکیم میں بعض دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا ہے:ھذا بیان للناس۔۱۲

یہ قرآن لوگوں کو بتانے والا،راہ دکھانے والا ہے۔

کتٰب انزلنٰہ الیك لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الیٰ صراط العزیز الحمید۔۱۳

(قرآن) ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف نازل فرمائی کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لے آؤ،ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔

مذکورہ آیت میں کتاب سے قرآن مجید اور اندھیروں سے کفر وضلالت اور نور سے ایمان اور صراط سے دین اسلام مراد ہے۔

ھذا بصائر للناس۔۱۴

یہ (قرآن) لوگوں کے لیے آنکھیں کھولنے والا ہے۔

قرآن وحدیث کے علاوہ دنیائے علم وادب کے مشہور ومعروف غیر مسلم مفکرین بھی اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام اور اس کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کے ہر کس وناکس کے لیے ہیں۔اسی لیے اسلام میں ایسے اصول وقواعد واحکام وقوانین اپنائے گئے ہیں جو تمام اقوامِ عالم کے لیے یکساں طور پر مفید وکارآمد ہیں۔ہمیں اس مقالہ میں چوں کہ اسلام اور ہندو مذہب کے تعلق سے گفتگو کرنا ہے اس لیے غیر مسلم محققین ومفکرین بالخصوص ہندو دھرم کے علماء ودانشور حضرات کے اقوال ودلائل سے اپنے موقف کو مستحکم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن کہیں کہیں بقدر ضرورت دیگر مذاہب کے اہل علم وفن حضرات کے حوالہ جات سے بھی اپنی بات کو واضح کریں گے۔

مشور ہندو مفکر امر پال سنگھ لکھتے ہیں:

''اسلام مذہب اور اس کی خاص مذہبی کتاب قرآن مجید کسی مخصوص ملک،مخصوص قوم یا مخصوص زمانے کا مذہب اور کتاب نہیں ہے۔وہ عالمگیر اور دائمی ہے اور ہر انسان کی فلاح وبہبود اُسے مقصود ومرغوب ہے۔حضرت محمد ﷺ نسل انسانی کے لیے امن وسکون عطا کرنے والا راہِ حق،صراطِ مستقیم ہمیں دکھا گئے ہیں۔''۱۵

اسلام کی اسی آفاقیت سے متاثر ہو کر مسٹر گاندھی کہتے ہیں:

''اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ہندوؤں کو بھی اس کا اسی طرح مطالعہ کرنا چاہیے جس طرح میں نے کیا ہے،پھر وہ بھی میری ہی طرح اس سے محبت کرنے لگیں گے۔''۱۶

پنڈت سائیں گوبند رام اپنے ایک مضمون ''ایک نبی ایک انسان'' میں حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ پر اظہار خیال کے بعد لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام ایک بہت بڑے انسان اور بہت بڑے مذہب کے بانی ہیں جن کی زندگی کا ہر پہلو ہر انسان کے لیے خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو،روشنی کا مینار ہے۔''۱۷

رام سورت یادو (ایم۔اے۔ایم ایڈ) اسی بابت لکھتے ہیں کہ:

''میں یہ صاف کہنا چاہوں گا کہ قرآن پاک صرف ایک دھرم کے لیے نہیں بلکہ پورے انسانی سماج کے لیے ہے۔اس کی وسیع پیمانے پر تبلیغ وتشہیر کی ضرورت ہے۔''۱۸

سابق وزیر جنگلات یوپی رگھو وردیال ورما اپنے نظریات پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''حضرت محمد (ﷺ) صاحب نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں کسی دیش دھرم یا فرقے کے خلاف کوئی بات نہیں ملتی۔قرآن سب کے بھلائی کی بات کہتا ہے۔''۱۹

راجندر نارائن لال شعبہ تاریخ بنارس ہندو یونیورسٹی اپنی ایک کتاب میں رقم طراز ہیں کہ

''اسلام جس نے دھرم میں خرچیلے اعمال کا پوری طرح صفایا

کر دیا ہے، اپنے عملی اصولوں اور دیگر اخلاقی و معاشرتی معاون اصول کے سبب مستقل دائمی اور عالمگیر سطح پر سب کا مذہب ہے جن میں مرد و عورت، دبے کچلے، یتیم بے سہارا، محتاج واپاہج، شخص خاندان، فرقہ اور قوم سبھی شامل ہیں۔ غرض یہ کہ ان تمام مسائل کے حل کی صلاحیت واستطاعت رکھنے کی وجہ سے جن سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے اسلام سب سے بڑھ کر فلاح و بہبود والا ہے۔'' ۲۰

مختصر یہ کہ اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں بلکہ یہ انسانی اور آفاقی مذہب ہے جو دنیا کے ہر انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر دعوتِ فکر وعمل دیتا ہے۔ اللہ رب العلمین اپنے مقدس کلام قرآن پاک میں خود ارشاد فرماتا ہے:لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة۔ ۲۱

بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی پاک تمہاری زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ مطلب یہ کہ اسلام صرف ایک مذہب و دین ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی اور مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے جو انتہائی مہذب طریقہ پر زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام ایسا مذہب ہے جس میں دین و دنیا کی ہر اعتبار سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

الغرض انسان یا انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے اصول وضوابط اسلامی شریعت میں نہ پیش کیے گئے ہوں۔ حد تو یہ ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخونوں تک انسانی جسم کے ہر ہر عضو کے احکام وقوانین واضح فرمادیے گئے ہیں اور انسان کی مذہبی وسماجی، خانگی ومعاشرتی اور ملکی وعالمی زندگی کی فلاح و بہبود اور ارتقاء کے لیے ایک اعلیٰ وبہترین لائحہ عمل پیش کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ حقائق کی توثیق وتصدیق کرتے ہوئے ایک انگریز محقق لکھتا ہے کہ ''جب ہم اس زمانہ پر غور کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے اپنی نبوت ورسالت کا پرچم بلند کیا اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا جو دنیا کی ملکی مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لیے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا ہے؟ پس ہم دل سے اقرار کر لیتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مجموعۂ قوانین ہے جو، ہر لحاظ سے بہتر ہے۔'' ۲۲

اسلام کی اس عظمت وخوبی کا اعتراف تمل ناڈو کے سابق وزیر اعلیٰ انا دورائی نے بھی اپنے اُس بیان میں کیا ہے جو انھوں نے ۷، اکتوبر ۱۹۵۷ء کو حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک کے موضوع پر پیش کیا تھا۔ انھوں نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ ''اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ وہ ایک دستورِ زندگی اور انتہائی بہتر نظام ہے۔ اس نظام زندگی کو دنیا کے کئی مما لک اپنائے ہوئے ہیں۔ اسلام انسان کو کامیاب انسان اور نیک آدمی بنانا چاہتا ہے۔ خدا نے جن بلندیوں تک پہنچنے کے لیے انسان کو پیدا کیا ہے، ان بلندیوں کو پانے اور ان تک پرواز کرنے کی طاقت واہلیت انسان کے اندر اسلام کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہے۔'' ۲۳

مسٹر جی ایل بیری نے بھی اس سلسلے میں بڑے پتے کی بات کہی ہے:

''یہ محمد (ﷺ) کی سیرت اور احادیث تھیں جنھوں نے اسلام کو دنیا کی عظیم تہذیبوں میں ایک تہذیب کی حیثیت دی۔ جس کے بعد دنیا کی کوئی تہذیب اسلامی تہذیب کے اثرات قبول کیے بغیر نہ رہ سکی۔ انسانی تہذیب کی تشکیل میں محمد (ﷺ) کا حصہ گراں بہا، نا قابل فراموش اور دائمی ہے۔'' ۲۴

مسٹر تھامس کارلائل نے اس سچائی کا اظہار اس طرح کیا ہے:

''ہاں ہم میں وہ سب، جو اخلاقی اور مہذبانہ زندگی گزار رہے ہیں وہ سبھی اسلام میں ہی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ وہ سب سے بڑی حکمت ودانائی ہے جو آسمان سے اس زمین پر نازل کی گئی ہے۔'' ۲۵

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں جو ضابطۂ حیات ونظامِ زندگی، دستور العمل دیا ہے وہ ہمہ گیر اور ہمہ جہت خوبیوں کا حامل ہے۔ صرف اسی نظام اور اس دستور کے ذریعہ زمین وزماں اور مکین ومکاں روحانی ومادّی خوش حالی وترقی سے ہم کنار ہوسکتے ہیں۔ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور نے کیا ہی بہتر و سچی ترجمانی کی ہے کہ

''اسلام کا پیغام ساری دنیا کے لیے ہے، دنیا میں امن وسکون اسی پیغامِ ربانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ میں پیغمبر اسلام کی خدمت میں تعظیم وتکریم، ارادت اور عقیدت مندی کا ناچیز تحفہ پیش کرتا ہوں۔'' ۲۶

بلبل ہند مسز سروجنی نائڈو اسلام کے تعلق سے کہتی ہیں کہ

''دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کم وبیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس باب میں سب سے آگے ہے۔ یعنی نوع انسان کی خدمت اسلامی تعلیم کا سرمایۂ ناز ہے۔ اسی لیے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے رو برو پیش کیا ہے۔ دنیا اسی اصول کی پیروی کرنے سے خوش حال ہوسکتی ہے۔'' ۲۷

نپولین نے اس سچائی کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

''قرآن کی تعلیمات اور اس کے اصول واحکام حقیقت پر مبنی ہیں اور نسل انسانی کو خوشیوں اور خوش حالیوں سے مالا مال کرنے والے ہیں۔ اس لیے خدا کے بھیجے ہوئے رسول محمد (ﷺ) اور ان پر نازل کردہ کتاب قرآن پر مجھے فخر ہے۔'' ۲۸

خلاصہ یہ کہ اسلام ایک ہمہ گیر و عالمگیر مذہب ہے اور مسلمان اس عالمگیر و ہمہ گیر مذہب کو ماننے والی ایک عالم گیر قوم ہے، اس لیے اسلام اور مسلمان کے ہمہ گیر ہونے کے ناطے ہر باشعور مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اس عالمگیر مذہب کے پیغام و تعلیم کو دنیا کی قوموں اور ملکوں تک انھیں کی زبان یا کسی دوسرے رائج زبان میں بہتر سے بہتر طریقے پر پہنچائے اور اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا موازنہ کر کے اسلام کی صحیح و سچی تصویر آسان و عمدہ طریقہ پر ان کے سامنے پیش کرے۔ یہی انبیائے کرام و رسولانِ عظام کی سنت و طریقہ رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے پاس وحی واحکام الٰہی حضرت جبرئیل امین انہیں کی قوم کی زبان میں یا بقول بعض مفسرین عربی زبان میں لاتے اور پھر وہ اس کو دوسری زبانوں میں ترجمہ فرما کر قوم تک پہنچاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ موجودہ سماجی و مذہبی نظام کی خرابیوں کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے اور توحید و اسلام کی حقانیت نمایاں فرماتے تھے۔ نبوی تعلیم و تبلیغ کے اس طریقۂ کار کی ترجمانی و تصدیق کلام الٰہی کی اس آیت پاک سے بھی ہوتی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وما ارسلنا من رسولٍ اِلَّا بلسان قومهٖ لِيُبَيِّن لهم۔ ۲۹

ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ (ہمارا پیغام) انھیں صاف بتائے۔

معلوم ہوا کہ جہاں جیسی قوم اور جیسی زبان ہو اُسی زبان میں خدائی پیغام کی تبلیغ و اشاعت سنت الٰہی و طریقۂ خداوندی ہے۔

درج بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں کہ

''چاہے اس (رسول یا نبی) کی دعوت عام ہو، اور دوسرے ملکوں پر بھی اس کی اتباع لازم ہو، اور جب اس کی قوم اچھی طرح سمجھ لے تو دوسری قوموں کو ترجموں کے ذریعہ سے وہ احکام پہنچا دیے جائیں اور ان کے معنی سمجھا دیے جائیں۔ اسی طرح کا مفہوم ایک دوسری روایت میں بھی ملتا ہے کہ وحی ہمیشہ عربی میں ہی نازل ہوئی پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کے لیے ان کی زبانوں میں ترجمہ فرما دیا۔'' ۳۰

قرآن حکیم کے اس مفہوم کی تائید قرآن پاک کی حسب ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ رب العٰلمین ارشاد فرماتا ہے: یٰایها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلّغت۔ ۳۱

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو، تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا۔

وما علينا الا البلغ المبين۔ ۳۲

ہمارے ذمہ نہیں مگر (خدا کا پیغام) صاف پہنچا دینا۔

اِن آیات میں خطاب الٰہی کے اصل و حقیقی مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کے بعد آپ کے واسطے سے آپ کی امت کے علما و صلحا ہیں کیوں کہ بقول آپ کے انّ العلماء ورثة الانبياء ۳۳ یہی آپ کے سچے نائبین اور وارثین ہیں۔ لہٰذا یہاں رسول اور نائبین رسول کو جو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے وہ کسی خاص قوم، خاص ملک یا خاص زبان کے لیے نہیں بلکہ ایک عام حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اے رسول اور اے وارثانِ رسول! تم دنیا کے ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں ہمارا پیغام ہمارے بندوں تک پہنچا دو۔ اور پھر پیغمبر اسلام کی رسالت عامہ و نبوت کافہ بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ آپ کا پیغام دنیا کے ہر خطے، ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں عام و تام ہو۔ ہادیٔ عالم، رہبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْاٰيَة۔ ۳۴

مجھ سے جو کچھ سنو اور دیکھو اس کی تبلیغ و اشاعت کرو اگرچہ ایک ہی بات ہو۔ اور فرمایا کہ فليبلغ الشاهد الغائب ۳۵ جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سن رہے ہیں وہ ان کو تبلیغ کریں جو غائب ہیں۔

پیغمبر اسلام کے ان فرامین و ارشادات سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضور انور ﷺ یہاں اپنے نائبین علما اور عام مؤمنین کو دعوت و تبلیغ کا حکم فرما رہے ہیں کہ اے میرے وارث علما و نائب صلحاء تم عربی میں، فارسی میں اردو میں، انگریزی میں، ہندی میں، سنسکرت میں، جاپانی میں، غرض یہ کہ دنیا کی ہر زبان میں میرا اسلامی پیغام عرب و عجم، ایشیا وافریقہ، یوروپ وملیشیا غرض یہ کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب تک پہنچا دو، اور انھیں اسلام کی دعوت دو۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے یہی مفہوم مستفاد ہوتا ہے:

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران ۱۰۴)

تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ یعنی مسلمانوں میں ایک جماعت وگروہ ایسا ہونا چاہیے جو دنیا کی ہر زبان اور ہر قوم میں لوگوں کو اچھی ونیک بات کی تعلیم دے اور بری وغلط باتوں سے روکے۔

کلامِ الٰہی یا احکامِ خداوندی کو دوسروں تک پہنچانے اور ان کو سمجھانے کے لیے ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ وتشریح کرنے کا جواز وثبوت بخاری شریف کی ان مبارک احادیث سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابوسلمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال کان اھل الکتاب یقرؤن التّوراۃ بالعبرانیّۃ ویفسرونھا بالعربیّۃ لاھل الاسلام۔[۳۶]

اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے اور مسلمانوں کے لیے اس کی عربی میں تفسیر بیان کرتے تھے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا: ادعھم الی الاسلام و اخبرھم بمایجب علیھم فواللہ لان یھدی اللہ بك رجلاً خیرلك من ان یکون لك حمر النّعم۔[۳۷]

لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ نے جو کچھ ان پر واجب وضروری قرار دیا ہے اُن سے اُن کو خبردار کرو۔ اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص بھی راہِ راست پر آگیا تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

حوالہ جات

(۱) سورۃ النساء، آیت ۷۹ (۲) سورۃ النسا، آیت ۱۷۰ (۳) سورۃ الرعد، آیت ۷ (۴) سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۸ (۵) سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷ (۶) سورۃ السبا، آیت ۲۸ (۷) سورۃ المزمل، آیت ۱۵ (۸) بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ، حدیث، مشکوٰۃ شریف باب فضائل سیدالمرسلین، ص ۵۱۲ (۹) مشکوٰۃ شریف باب فضائل سیدالمرسلین، ص ۵۱۲ (۱۰) سورۃ البقر، آیت ۱۸۵ (۱۱) سورۃ البقر، آیت ۱۵۹ (۱۲) سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۸ (۱۳) سورۂ ابراہیم، آیت ۱ (۱۴) سورۂ جاثیہ آیت ۴۵ (۱۵) اسلام کی نیتک چیتنا قرآن مجید کے سندربھ میں، ص ۱۳ (۱۶) پیغمبر اسلام غیر مسلم وِدّوانوں کی نظر میں، ص ۲۲ (۱۷) استقامت ڈائجسٹ محمد عربی نمبر مئی ۱۹۸۵ء، ص ۴۷۷ (۱۸) قرآن سب کے لیے، مارچ ۱۹۹۷، ص ۸۳ (۱۹) حضرت محمد سب کے لیے، نومبر ۲۰۰۰، ص ۹۷ (۲۰) دعوت سہ روزہ نئی دہلی، خصوصی اشاعت اسلام اور غلط فہمیاں، ص ۹۴ (۲۱) سورۃ الاحزاب، آیت ۱۲ (۲۲) عظمت مصطفیٰ، ص ۱۲۴ (۲۳) اسلام جس سے مجھے پیار ہے، ص ۳۶، ۳۷ (۲۴) رحمت للعلمین نمبر (خاتونِ مشرق) جلد ۵۵، ص ۶۱ (۲۵) محمد اسلام کے پیغمبر، ص ۳۶ (۲۶) رسول اعظم اغیار کی نظر میں، ص ۱۹ (۲۷) رسول اعظم اغیار کی نظر میں، ص ۱۰۶ (۲۸) اسلام جس سے مجھے پیار ہے، ص ۴۱ (۲۹) سورۂ ابراہیم آیت ۴ (۳۰) کنزالایمان ترجمہ قرآن کریم، ص ۳۶۹ (۳۱) سورۃ المائدہ، آیت ۶۷ (۳۲) سورۂ یٰسین آیت ۱۷ (۳۳) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ص ۳۴ (۳۴) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب لعلم، ص ۳۲ (۳۵) بخاری شریف کتاب العلم باب ۷۹، حدیث نمبر ۱۰۵، ۱۰۴ (۳۶) بخاری شریف کتاب التوحید (۳۷) بخاری شریف کتاب الجہادوالسیر باب ۱۸۶، حدیث ۲۶۳

☆☆☆

☆ لکچرر ڈپارٹ مینٹ آف اسلامک اسٹڈیز
ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی۔ 09013008786

شرعی مسائل

عوام میں مشہور غلط فہمیوں کی اصلاح

محمد سفیر الحق رضوی☆

سوال: عوام میں مشہور ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ کے کندھے پر یزید کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر حضور نے فرمایا تھا کہ جنتی کے کندھے پر جہنمی کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ روایت کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ روایت من گھڑت اور جھوٹ ہے کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری میں یزید پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ص۳۴، ج۲)

سوال: عوام میں مشہور ہے کہ جب حضرت اویس قرنی نے یہ سنا کہ غزوۂ احد میں حضور اقدس ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے ہیں تو انھوں نے اپنا سب توڑ ڈالا۔ یہ روایت کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ روایت بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ص۱۱۵، ج۲)

سوال: عوام میں یہ روایت ہے کہ معاذ اللہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تھی۔ یہ روایت صحیح ہے؟ کیا حضرت ایوب علیہ السلام واقعی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے؟

جواب: حضرت ایوب علیہ السلام کوڑھ کی بیماری میں ہرگز ہرگز مبتلا نہیں ہوئے تھے اس لیے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیائے کرام کا ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت وحقارت ہیں کیوں کہ انبیائے کرام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیسے انجام پا سکے گا، صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری نہیں ہوئی تھی بلکہ بطور آزمائش آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں۔ (عجائب القرآن، ص۱۴۱)

سوال: لوگوں میں یہ روایت بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ جبریل نے عرض کی ایک پردے سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا، حضرت جبریل نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا۔ یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے۔ اس کو بیان کرنا، ناجائز وگناہ اور اس پر اعتقاد رکھنا صریح کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ص۴۴، ج۶)

سوال: عام طور سے لوگ اس روایت کو حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟

جواب: یہ روایت ہرگز حدیث نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے صریح مخالف ہے کیوں کہ قرآن وحدیث کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے گا تو وہ کافر ہو جائے گا لہٰذا یہ ہرگز حدیث نہیں اس کو حدیث کہنا محض جھوٹ اور حضور اکرم ﷺ پر صریح افتراء ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ص۹۵، ج۶)

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اگر اٹھ کر کہیں جانا ہوتا ہے تو بند کر دیتے ہیں کھلا ہوا چھوڑ کر نہیں جاتے اور کہتے ہیں کہ اگر کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے تو شیطان پڑھے گا۔ یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

جواب: قرآن مجید پڑھتے وقت اگر اٹھ کر کہیں جانے کی ضرورت پڑ جائے تو قرآن مجید کو بند کر دینا چاہیے کھلا چھوڑ کر جانا ادب کے خلاف ہے اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ اگر کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے تو شیطان پڑھتا ہے، یہ غلط مشہور ہے۔ ممکن ہے بچوں کو ادب کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایسا کیا گیا ہو، ورنہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ (بہار شریعت، ص۴۹۶، ح۱۶)

سوال: ہندو کے گھر کی بنائی ہوئی مٹھائی پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟

جواب: ہندو کے گھر کی بنائی ہوئی مٹھائی پر فاتحہ دینا جائز ہے مگر جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی چاہیے۔(فتاویٰ امجدیہ، ص۲۷، ج۴)

سوال: کیا فاتحہ کے لیے میٹھی چیز ہونا ضروری ہے؟

جواب: فاتحہ کے لیے میٹھی چیز ہونا ضروری نہیں بلکہ میٹھی و نمکین ہر طرح کی چیز پر فاتحہ ہو سکتی ہے۔(فتاویٰ امجدیہ، ص۲۸، ج۴)

سوال: کیا عورتوں کو اپنی پیشانی پر ٹکلی چسپاں کرنا جائز ہے؟

جواب: عورتوں کو اپنی پیشانی پر ٹکلی چسپاں کرنا جائز نہیں کہ یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ ماں بہنوں کو چاہیے کہ اپنے دلوں میں خدا کا خوف رکھیں اور ہندوؤں کا طریقہ اپنانے سے گریز کریں۔

(فتاویٰ امجدیہ، ص۶۰، ج۴)

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ گرم کھانا یا چائے یا اور کوئی گرم چیز پھونک کر کھاتے پیتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: حضور اکرم ﷺ نے کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے نیز طبی نکتۂ نظر سے بھی کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنا منع ہے کہ سانس کے ذریعہ اندر کے جراثیم باہر آ کر توانا ہو جاتے ہیں اور پھر غذا کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتے ہیں تو مزید نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو پھونک پھونک کر نہ کھائیں پئیں البتہ برکت اور شفا کی نیت سے قرآن شریف کی کوئی آیت یا دعا وغیرہ پڑھ کر دم کی ہوئی چیزوں کو کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں کہ دم کرنا خود قرآن و حدیث اور بزرگوں کے عمل سے ثابت ہے۔

سوال: بہت سی جنتریوں میں سعد، نحس یا عقرب لکھا رہتا ہے۔ ان کا اعتبار کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب بے اصل اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں ان کا ہر گز اعتبار نہ کیا جائے۔(فتاویٰ امجدیہ، ص۶۱، ج۴)

سوال: کیا عورت گائے وغیرہ کا دودھ دوہ سکتی ہے؟

جواب: دودھ دوہنے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، عورت بھی دوہ سکتی ہے۔(فتاویٰ امجدیہ، ص۳۷، ج۴)

سوال: بعض عورتیں سہاگن بیوی کے نام سے زردے اور پوڑی پر چوڑیاں رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں اور چوڑیاں رکھنا ضروری خیال کرتی ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: زردے اور پوڑی پر چوڑیاں رکھ کر فاتحہ دلانا اور چوڑیاں رکھنے کو ضروری خیال کرنا جہالت و نادانی ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے خلاف شرع رسوم سے بچیں اور نماز روزے کی پابندی کریں کہ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

سوال: بعض علاقوں میں مردوں میں مرد کی الگ، عورت کی الگ، بچے کی الگ، بچی کی الگ، غوث پاک کی الگ، خواجہ غریب نواز کی الگ الگ فاتحہ دلوانے کا رواج ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک ساتھ فاتحہ نہیں ہوتی۔ یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ خیال باطل اور غلط ہے سب کی ایک ساتھ فاتحہ ہو سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں سب کو پورا پورا فائدہ پہنچے گا کسی کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

سوال: بعض عورتیں شادی بیاہ کے موقع پر مسجد میں طاق بھرتی ہیں پھر ہر طاق پر موم بتی جلا کر فاتحہ دلاتی ہیں۔ یہ درست ہے؟

جواب: یہ طریقہ کافرہ عورتوں کا ہے جو گلگلا اور موم بتی لے کر مندر میں چڑھانے جاتی ہیں ٹھیک اسی طریقہ کو مسلمان عورتوں نے اپنا لیا ہے۔ شریعت میں اس کی نہ کوئی اصل ہے نہ دلیل۔ صرف مسجد کے منبر و محراب اور طاق کو چیونٹیوں سے بھرنے اور گندہ کرنے کا طریقہ ہے۔ عورتوں کو اپنی اس حرکت سے باز آ جانا چاہیے۔

سوال: بعض عورتیں ایک پلیٹ میں دیسی گھی کے گیارہ دیے جلا کر پھر ایک پلیٹ میں شیرینی رکھ کر فاتحہ دلواتی ہیں۔ یہ طریقہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: فاتحہ کا مقصد صرف ثواب پہنچانا ہے اور میت کو ثواب پہنچانے میں دیے جلانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ گیارہ گیارہ دیے جلانا فضول خرچی ہے وہ بھی دیسی گھی کے اور فضول خرچی ناجائز و گناہ ہے لہٰذا مسلمان عورتوں پر لازم ہے کہ وہ خلاف شرع امور کی پابندی نہ کریں بلکہ شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

☆استاذ دار العلوم غریب نواز، مرزا غالب روڈ، الہ آباد (یوپی)

09506544239

سیرت النبی | تاریخی صداقت وشہادت

اعلان نبوت سے پہلے کی پیغمبرانہ زندگی

محمد ظفر الدین برکاتی ☆

یہ مقالہ یکم مارچ ۲۰۱۵ء کو ایوان غالب دہلی میں المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، تہران، ایران (برانچ انڈیا) کے اشتراک سے المصطفیٰ اسلامک ریسرچ سوسائٹی اور المصطفیٰ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقد ''پیغمبر اسلام کی سیرت کے سیاسی وسماجی پہلو'' کے موضوع پر یک روزہ سیمینار میں پڑھا گیا۔ (برکاتی)

مکہ معظمہ میں جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی، اس وقت عرب میں تمام مشہور مذاہب موجود تھے، یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، حنفیت (موحدین کا مذہب) اور عقلی بلند پروازی کی معراج الحاد بھی موجود تھی اور سب کے نظری اور عملی عقائد بھی جن کے مظاہر بھی عملی شکل میں موجود تھے۔ نت نئی برائیوں کا مرکز تھا شہر مکہ جس میں باپ کی منکوحہ بیٹے کو ملتی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، شادیوں کی کوئی حد بندی نہ تھی، قمار بازی، شراب نوشی، جوا بازی، زنا کاری عام بات تھی، بے حیائی کی حالت مت پوچھئے، امرء القیس جیسا شہزادہ شاعر بھی اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کا قصہ شاعری کے منظوم گل دستے میں سجا کر مزے لے لے کر سر بازار بیان کرتا پھر اُسے کعبہ کی دیوار پر بھی لٹکا دیا جاتا۔ دھوکہ اور جھوٹ کا بازار مشہور تھا۔ بت پرستی اور شرک عام تھے اور ملکی تہذیب کا حصہ بن چکے تھے جس کے اثرات کے روایتی بادل پورے عرب پر چھا رہے تھے کہ

(۱۲ ربیع الاول بروزِ دوشنبہ ۲۰، اپریل ۵۷۱ء کو) سردارِ مکہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کے گھر حضرت آمنہ کے آنگن میں صبح صادق کے وقت بشری شکل وصورت میں قدرتی نور کی کرن پھوٹی جس کی چمک سے ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے، سالوں اور صدیوں کا آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہوگیا، یعنی ایوان کسریٰ کے ساتھ اوج چین، شان عجم اور شوکت روم کے قصر ہائے فلک زمیں بوس ہوگئے اور آتش کدۂ فارس کے ساتھ جحیم شر، آتش کدۂ کفر اور آذر کدۂ کمر ہی سرد ہوگئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں ملنے لگے، مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے، توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ انسانیت میں قدرتی بہار آئی، آفتاب ہدایت کی کرنیں اور شعاعیں پورے عالم میں پھیل گئیں، زمانے کی الحادیت اور بت پرستی کے ریت میں پٹ چکے انسانی اخلاق ومروت کا آئینہ صاف ہوگیا جب خاتم پیغمبراں اور ختم رسل عالم ہست وبود میں جلوہ گر ہوگئے۔ (ملخص ضیاء النبی، ج ۲، پیر کرم شاہ ازہری)

اعلان نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی بت پرستوں اور مشرکوں کے درمیان گزری مگر مشرکین بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی کوئی مشرکانہ کام نہیں کیا، یہاں تک کہ خاندان وقبیلہ کے مشرکانہ روایتی مراسم سے بھی خود کو محفوظ رکھا۔ اک نبی کی یہی پہچان ہے کہ اس کی زندگی میں شرک وبت پرستی کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ (صحیح بخاری، باب المناقب)

اہل مکہ میں قریش کو ایک امتیازی مقام یہ حاصل تھا کہ حج کے دِنوں میں انھیں میدان عرفات جانے کی ضرورت نہیں تھی اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریشی لباس پہن کر طواف کریں، ورنہ عریاں ہو کر طواف کرنا ہوتا۔ پیغمبر اسلام نے اس بات میں بھی کبھی خاندانی روایت کا نہ خیال رکھا، نہ کبھی ساتھ دیا۔ (سیرت نبوی لابن ہشام)

آپ کی اِس پیغمبرانہ خوبی کی وجہ سے ہی اُس وقت کے موحدین قیس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، زید بن عمرو آپ سے بہت مانوس ومتاثر تھے بلکہ زید سے آپ کی باضابطہ ملاقات بھی ہے مگر حضرت قیس اور عبید اللہ کے علاوہ ان میں سے کسی کو اسلام کی سعادت نصیب نہ ہوسکی۔ اسی طرح شریک تجارت قیس بن سائب مخزومی، حضرت ابوبکر عبداللہ، رئیس مکہ حکیم بن حزام اور طبیب وجراح ضماد بن ثعلبہ آپ کے مخلص دوستوں میں تھے جن میں سے صرف حضرت ابوبکر موحد تھے لیکن روایتی بت پرستی اور شراب نوشی سے سب کو ہی طبعی نفرت تھی۔ پیغمبر اسلام کے ان سب دوستوں نے

اسلام قبول کیا جب کہ حضرت ابو بکر ''صدیق وعتیق، مومنوں کے امیر اور خلیفہ اول'' ہوئے۔ (سیرت النبی، علامہ شبلی نعمانی، حصہ اول ص ۱۹۹)

ولادت کے وقت مکہ بت پرستی کا عظیم مرکز اور سرداران مکہ عرب بت پرستوں کے سرپرست بھی تھے اور خاندان نبی قبیلہ بنو ہاشم کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہی اُس صنم کدہ کے متولی اور کلید بردارِ کعبہ تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے بتوں کے سامنے سر جھکانا تو دور کی بات، کبھی مراسم شرک و بت پرستی کی تقریب میں بھی شریک نہ ہوئے بلکہ زبانی اور عملی طور سے ہمیشہ بیزاری کا اظہار کیا۔

عرب میں افسانہ اور قصہ گوئی کے لئے رات بھر جاگ کر یومیہ ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہانہ مجلس گرمانے کا رواج بھی عام تھا جس میں بچے، نوجوان، عورتیں اور بوڑھے بھی شریک ہوتے۔ شہر مکہ بھی اِس روایت سے محروم نہیں تھا جس میں خاندان بنو ہاشم کے لوگ بھی سرداری شان کے ساتھ شریک ہوتے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ ایسی مجلسوں میں کبھی شریک نہ ہوئے اور چالیس سالہ زندگی میں صرف دو مرتبہ ارادہ کیا تو قدرتی طور سے میٹھی نیند کی آغوش میں چلے گئے اور توفیق الٰہی نے اِس سماجی عیب سے بھی محفوظ رکھا کیوں کہ الٰہی منشا تو یہ تھا کہ ''تیری شان اِن محافل اور مشاغل سے بالاتر ہے۔''

اِس مروّجہ سماجی روایت کو برتنے کے لئے پیغمبر اسلام کا ارادہ فردِ بشر ہونے کی وجہ سے فطری تقاضہ تھا لیکن فطرت سلیم نے بشریت کے فطری امتیاز کی طرف رہنمائی کی اور پیغمبرانہ طبیعت نے مزاج دیا کہ ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس، ایک کامل و مکمل دین الٰہی کی تکمیل و تبلیغ اور بندگان خدا کی ذہنی اور فکری تعمیر و تربیت کے لئے لازمی احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ ایسے کسی بھی عمل سے آپ محفوظ رہیں اور ایسی کسی بھی حرکت سے خود کو محفوظ رکھیں جس کو کبھی عیب کہا جا سکے۔

تاجر کے اخلاقی محاسن اور تاجرانہ خوبیوں میں اِتمام وعدہ اور ایفائے عہد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ کامیابی کے لئے یہی بنیادی شرط ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے پورے شہر مکہ میں ایسی تاجرانہ خوبیوں کا مالک اور جو بے نظیر نمونہ نظر آتا ہے، وہ پیغمبر اسلام کی ذات ہے جن کی اِن خوبیوں کے چرچے پورے شہر میں زبان زد عام و خاص تھے اور اہل مکہ آپ کو ''تاجر امین'' کے لقب سے پکارتے تھے اور قدرتی اتفاق ہے بلکہ کرشمہ ربانی کہئے کہ اِس خوبی سے متاثر ہو کر مکہ کی جس معزز خاتون نے شادی کی پیش کش کی، اسے بھی اہل مکہ ''طاہرہ'' کے معروف لقب سے یاد کرتے اور پکارتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن ابی خمسہ کی روایت ہے کہ رسول پاک سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ ہوا۔ میرے کچھ رقم کی ادائیگی باقی رہ گئی تو میں نے وعدہ کیا کہ کچھ دیر بعد اسی جگہ اس کو ادا کر دوں گا لیکن گھر واپس آ کر بھول گیا۔ تین دنوں کے بعد اچانک یاد آیا تو اُس جگہ پہ پہنچا، یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ اسی جگہ میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا ''نوجوان! تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا، میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

(سنن ابوداؤد، باب الادب ج ۲، ح ۸۲)

اِس واقعہ کے بعد اِس فرمانِ رسول کی صداقت خوب آشکارہ ہو جاتی ہے کہ ''اگرچہ تمھیں سچائی میں (کبھی) بربادی دکھائی دیتی ہے لیکن درحقیقت اسی میں کامیابی اور نجات ہے۔'' (فیض القدیر)

آپ کی انہی خوبیوں کی بدولت تمام سیرت نگاروں نے مخالفین کی طرف سے یہ اعتراف نامہ تحریری شکل میں پیش کیا ہے کہ

''کیا یہ ممکن ہے کہ جس شخص نے اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال تک جب نہ قرآن اترا ہے، نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے، نہ شریعت دی گئی ہے، کبھی مذاق میں بھی جھوٹ اور خلاف واقع بات نہ کہی ہو، وہ ادھیڑ عمر میں اللہ کے بارے میں جھوٹ بولے؟''

اور موافقین اور مومنین کی طرف سے اُن کے اِس حقیقت پسندانہ اظہارِ اعتراف کو اِن لفظوں میں بیان کیا ہے کہ

''رسول اللہ کی زندگی ہر عیب، ہر کجی اور ہر غیر انسانی بات سے پاک تھی جو مروّت کے خلاف ہو۔ آپ قدرتی طور سے ہر برائی اور عیب سے پاک اور معصوم تھے۔ عصمت آپ کی انفرادی خصوصیت اور معجزہ ہے۔ آپ کو صداقت و استقامت کی وہ معراج بھی حاصل تھی جس کے بعد صرف خدائی اور قدرتی صداقت کا درجہ ہے۔'' (ضیاء النبی)

قریش اور قیس دونوں بڑے قبائل کے درمیان طویل جنگ کا نام ''حرب فجار'' ہے۔ عرب میں ظہورِ اسلام سے پہلے تک متواتر چلنے والی جنگوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور مشہور جنگ یہی ہے۔ اِس جنگ میں قریش حق پر تھے اور خاندان قریش کے ننگ و نام کا مسئلہ تھا، اس لئے پیغمبر اسلام بھی اس میں آل ہاشم کے علم بردار زبیر بن

عبدالمطلب کی صف میں شامل تھے لیکن کسی پر خود ہتھیار نہیں چلایا کیوں کہ یہ جنگ ''ایام حرام'' میں ہوئی تھی۔

اس طرح قبائل کی متواتر اور مسلسل جنگوں سے جہاں بہت سے گھرانے تباہ ہوئے، وہیں قتل وسفا کی، موروثی اخلاق ومزاج کا حصہ بن گئے۔ یہ دیکھ کر بہت سے صلح پسند لوگوں میں اصلاح کی تحریک اٹھی اور جنگ فجار سے واپسی کے بعد عبداللہ بن جدعان کے گھر میں قبیلہ تیم، زہرہ اور بنو ہاشم کے درمیان معاہدہ ہوا کہ اب ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے۔

(طبقات ابن سعد ج۱،ص۸۲)

پیغمبر اسلام ﷺ بھی اِس تاریخی معاہدہ میں شریک تھے اور عہدِ رسالت میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہیں بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔'' (مستدرک، ج۲،ص۲۲۰)

تعمیر کعبہ کے وقت عرب کے مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے تھے تا کہ کوئی قبیلہ تعمیر کعبہ کے شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا ہوا کہ تلواریں تن گئیں۔ یہ دیکھ کر قریش کے سب سے معمر شخص ابوامیہ ابن مغیرہ نے یہ تجویز رکھی کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہوگا، وہی ہمارا ثالث ہوگا۔ وہ جو فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا۔ کرشمہ ربانی دیکھئے کہ صبح جس شخص کے چہرے پر اہل مکہ کی نظر پڑی، وہ اُن کا پسندیدہ چہرہ، چہرۂ محمدی تھا۔ سب نے بیک زبان کہا: هذا الامين - رضينا. هذا محمد. یہ امین ہیں، یہ محمد ہیں، ہم ان کی ثالثی اور منصفی پر راضی ہیں۔ امین اور صادق کا لقب اہل مکہ ہی نے دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو قبائل بھی حجر اسود نصب کرنے کے دعویدار ہیں وہ اپنا سردار منتخب کریں اور آپ نے ایک بڑی چادر بچھا کر اُس میں حجر اسود رکھنے کے بعد فرمایا کہ ہر سردار چادر کے کونوں کو تھام لے اور سب اوپر اٹھائیں۔ جب چادر اُس جگہ کے برابر ہوئی جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر نصب کر دیا اور نظام قدرت کا اشارہ دے دیا کہ اب دین الٰہی کی عمارت کا آخری تکمیلی پتھر بھی میرے ہی ہاتھوں سے نصب ہوگا۔ (سیرت نبوی بروایت ابن ہشام)

اہل مکہ کی طرف سے امین اور صادق کا جو لقب ملا، یہ دراصل رب پیغمبر کی مشیت اور نظام قدرت کی تائید وتصدیق ہے، اسی لیے تمام مومنین آج بڑی عقیدت ومحبت سے پڑھتے ہیں: لا اله الله الحق المبين محمد رسول الله صادق الوعد الامين.

اور پھر اعلان نبوت کی طرف اشارہ اور اظہارِ رسالت کی طرف رہنمائی اِس طرح ہوئی کہ پیغمبر اسلام ﷺ پر القا والہام اور خواب میں اسرار الٰہی اور اسرار مظاہر قدرت منکشف ہونے لگے اور جو کچھ آپ کو خواب میں دکھتا، بعینہ وہی پیش آتا کہ ایک دن غارِ حرا میں جب آپ مراقبہ میں اپنی پوری توجہ جمع کر کے مصروف تھے کہ روح الامین نے کہا اِقرا۔ پڑھئے! آپ نے جواب دیا ما انا بقاری۔ میں نہیں پڑھتا۔ دوبارہ حضرت جبریل نے دبوچ کر کہا کہ اقرا پڑھئے! آپ نے پھر فرمایا: ما انا بقاری۔ میں نہیں پڑھوں گا۔ تب حضرت جبریل نے پوری وحی پڑھنا شروع کی: اقرا باسمك ربك الذى خلق۔ تو پھر نبی آخر الزماں پیغمبر اسلام ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

بس یہیں سے پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت وتبلیغ کی منصبی زندگی شروع ہوتی ہے، اعلان نبوت اور اظہارِ رسالت کرتے ہیں اور کتاب ہدایت کی تعلیم اور توحید کا پیغام دیتے ہیں۔ ابتدائے وحی کی اِس گھڑی سے پہلے تحریری، زبانی اور کتابی شکل میں آپ پر کوئی شریعت نہ تھی اور کوئی آسمانی حکم اور صحیفہ نہ تھا جس پر عمل کرنا لازم تھا لیکن چونکہ عرب کی اجڈ قوم اور شوریدہ زمین میں جہاں لوگوں کے دل بھی پتھر تھے، ان کے دلوں میں ایمان ویقین کی تخم ریزی کرنے، ان کے اجسام پر عمل کی کھیتی لہلہانے اور ان کی آبادیوں میں توحید وانسانیت کا گلشن آباد کرنے کے لئے ایک مکمل اور بے عیب شخص کی ضرورت تھی جس کی پرورش قدرتی نظام کے تحت اہل مکہ ہی کے درمیان ہوتی رہی تا کہ سند رہے۔

اور چونکہ اہل مکہ کو پوری دنیا میں سرداری اور اعتباری کی مرکزیت بھی حاصل تھی، آپ کی صداقت، امانت اور دیانت کے حق میں صرف ان کی گواہی کافی تھی جس کے لئے قدرت نے چالیس سالہ مکی زندگی کی ایک مثال ان کے سامنے مسلسل رکھی تا کہ انھیں بھی یقین اور علم ہو جائے کہ قصر نبوت ورسالت کی عمارت صداقت، امانت، دیانت اور استقامت پر قائم ہے۔

اِس حقیقت کو عرب کے ذہنوں میں اتارنے کے لئے قدرت

نے پیغمبر اسلام ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے بھی اصابت فکر، دور بینی اور حق پسندی کا مینارِ عظیم بنا کر اک نمونہ پیش کیا جس سے اہل مکہ کو اندازہ ہوگیا کہ ہم میں سے مقصد زندگی کی درستگی اور حسن فراست کا خاص حصہ پیغمبر اسلام ہی کو ملا ہے جو اپنی خاموشی اور بردباری سے اپنے دعوتی مشن کی کامیابی اور دعوتی عمل کے لئے مسلسل حکمت عملی کے ساتھ منہمک رہتے ہیں۔ اور تاریخی سچائی بھی یہی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی روشن فطرت اور شاداب عقل سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتوں اور قبائل کے احوال کا فطری مطالعہ کیا اور جن بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسوم میں لوگ ملوث تھے، ان سے ان کو بیزار کرنے کی حکمت عملی پر غور کرتے رہے اور پوری بصیرت کے ساتھ ایسے لوگوں کے درمیان چالیس سالہ فطری زندگی کا کامیاب سفر طے کرلیا لیکن دامن پہ کوئی داغ نہیں لگنے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ آج اہل مکہ اور پورا عرب اپنا یہ اعتراف تاریخ میں درج کرا چکا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنی قوم میں شیریں بیانی، اعلیٰ کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ آپ سب سے زیادہ با مروّت، سب سے بڑے خوش اخلاق، سب سے معزز ہم سایہ، سب سے بڑے دور اندیش، سب زیادہ سے حق گو، سب سے بڑے نرم دل، سب سے زیادہ پاک نفس، خیر میں سب سے بڑے کریم، عمل میں سب سے نیک، وعدہ وایفائے عہد میں سب سے زیادہ پابند اور سب سے بڑے امانت دار تھے۔

خلاصہ یہ کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی اُن احوال صالحہ اور خصائل حمیدہ کا پیکر جمیل تھے جو ایک پیغمبر میں ہوتی ہیں۔
(صحیح بخاری، الرحیق المختوم)

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، ترے خالقِ حسن وادا کی قسم

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں — بچپنے کی عدالت پہ لاکھوں سلام
فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود — کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی ۔ ۶۲
z.barkati@gmail.com

(بقیہ ص ۱۲ کا) بے شک ہم عاشق رسول ہیں اور ناموس رسالت کا تحفظ ہماری منصبی اور مذہبی ذمے داری اور فریضہ ہے لیکن ہم اپنے ملکی آئین کے تحت ہی مجرموں کو سزا دلوانے کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور توہین رسالت کی حرکت کا سلسلہ بند کرانے کی قانونی چارہ جوئی بھی کر سکتے ہیں۔ یہ زمینی حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، کسی بھی دیش میں بنیادی حقوق اور پرسنل لا کی قانونی لڑائی جذباتی نعروں اور اِکا دُکا احتجاجوں سے نہیں ہوتی بلکہ مسلسل، مستقل اور منصوبہ بندی کے ساتھ لڑی جاتی ہے اور اِن سبھی مراحل میں ہر اُس حرکت سے بچنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کارروائی ادھوری رہ جائے، اس لئے کوئی جذباتی اور بھڑکاؤ بیان نہیں دینا چاہئے۔ خدا کا شکر ہے کہ پورے دیش میں کہیں بھی کسی نے کوئی اشتعال انگیز تقریر نہیں کی۔

اس طرح اب ہمیں انفرادی کے بجائے اجتماعی اور احتجاج کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کا دستوری طریقہ اپنانا ہوگا، اسے ضلع اور صوبہ کے ساتھ ملک گیر منصوبہ بنانا ہوگا، قانونی ماہرین اور تاریخی مشاہدین کی خدمت حاصل کرنا ہوگی اور اُسے ایک مستقل اور منصوبہ بند جماعتی کام اور مذہبی فریضہ سمجھ کر عملی طور سے آگے بڑھانا ہوگا۔ بے شک یہ ایک بڑا کام ہے لیکن اگر ہم کامیاب ہوجاتے ہیں (اور کامیاب ہی ہوں گے اگر ہم نبی آخر الزماں کے سچے امتی اور عاشق ہونے کا ثبوت دیں) تو ہمارے دیش میں ہماری اپنی نسلوں پر ہمارا بہت بڑا احسان ہوگا۔ آخر ہمیں بھی تو کچھ کر کے جانا چاہئے۔ ☆☆

z.barkati@gmail.com

دعوت فکر وعمل

خطابی سلسلہ

یوم ولادت رسول عالمی یوم امن وشانتی کیوں؟

خطاب: مفتی محمدنظام الدین رضوی ـــــــ پیش کش: محمدنعیم مصباحی☆

۱۲، ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ/۴، جنوری ۲۰۱۵ء کوملک کی عظیم دانش گاہ جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب میں اجلاس کوخطاب کرتے ہوئے اللہ کے رسول کے ذریعہ عمل میں لائے گئے اصول وضوابط، اسلامی دفعات اور قیام امن وآشتی کے لیے جو طریقے کار اپنائے گئے، ان پر مہمان وخطیب خصوصی مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی (محقق مسائل جدیدہ) نے بھرپور روشنی ڈالی اور اُن پانچ بنیادی اصولوں پر مدلل بحث کی جن کی حفاظت سے امن وشانتی کی بادِ بہاراں چلائی جاسکتی ہے۔ وہ پانچ اصول یہ ہیں:

(۱) جان کی حفاظت (۲) مال کی حفاظت (۳) ایمان وعقیدہ کی حفاظت/ دین ومذہب کی حفاظت (۴) نسب اورعزت وآبرو کی حفاظت (۵) عقل کی حفاظت

(۱) **جان کی حفاظت:** یہ پہلا ضابطہ ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے امن وسکون کے قیام اور انسانی سماج کے لیے ضابطہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہ باور کرایا کہ جب تک جان پر نہ بن آئے اسلامی اصول کے مطابق کسی کی جان لینے یا قتل کرنے یا شر وفساد پھیلانے کی اجازت نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: من قتل نفسًا بغير نفس أوفسادفي الأرض فكانه قتل الناس جميعاً۔ جس نے کسی شخص کو ناحق قتل کیا یا کسی شر وفساد کے ذریعہ اس کی جان ماردی تو گویا اُس نے پوری انسانیت کا خون بہایا۔ اللہ کے رسول نے اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد واضح لفظوں میں بلاکسی امتیاز وجانب داری کے فرمایا: دماء هم كدمائنا۔ (اُن کا خون ہمارا خون ہے) اس عبارت میں اگر ایک طرف اسلام کی دیگر مذاہب کے تئیں رواداری کا درس ہے تو دوسری جانب اُن کے ماننے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور اُن کی عزت وآبرو، جان ومال اور ہر طرح کی ذہنی، فکری، مذہبی اور دیگر تمام طرح کی آزادی اور اس کی حفاظت کا پیغام بھی پنہاں ہے۔

مذکورہ عبارت سے جو ایک اہم بات نکل کر آتی ہے وہ یہ کہ اگر کسی مسلمان شخص نے غیر مسلم کا قتل کردیا تو بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا یا اُس کو مالی تاوان دینا ہوگا۔ یہ صرف قانونی داؤ پیچ کی بات نہیں بلکہ ہمیں اس طرح کے واقعات خلفائے راشدین کے یہاں ملتے ہیں کہ انھوں نے عملاً ایسا کر کے بھی دکھایا اور دنیا کے سامنے ثابت کردیا کہ مذہب اسلام صرف نظریاتی قواعد پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ عملی طور پر بھی اُسے نافذ کرتا ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان نے غیر مسلم کو قتل کردیا۔ معاملہ حضرت عمر ﷺ کے دربار میں آیا۔ اس کی تفتیش کرائی گئی تو پتہ چلا کہ غلطی مسلمان کی تھی۔ اس پر حضرت عمر نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے وارثین کے سپرد کردیا جائے، وہ جیسا چاہیں اس کے ساتھ برتاؤ کریں۔ قاتل کو وارثین کے حوالے کیا گیا اور انھوں نے اُسے فوراً قتل کردیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت علی ﷺ کے دور خلافت میں بھی پیش آیا جب ایک غیر مسلم کو مسلمان نے قتل کردیا، انکوائری ہوئی تو پتہ چلا کہ زیادتی مسلمان کی طرف سے ہوئی ہے۔ قاتل کو مقتول کے وارثین کے سپرد کرنے کا فیصلہ دیا گیا، لیکن وارثین نے اُسے قتل کرنے کے بجائے مالی تاوان لے کر معاف کردیا اور اُس کی جان بخشش ہوگئی۔ یہ دونوں واقعات حدیث پاک کی شکل میں احادیث کی متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۲) **مال کی حفاظت:** چوں کہ مال انسان کی زندگی میں متعدد مسائل کا حل ہوتا ہے، اس کی مختلف جہتیں بھی ہوتی ہیں اس لیے اسلام میں مال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مال کمانے کی ترغیب بھی ہے اور اُسے کارِ خیر میں صرف کرنے پر اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ اسی طرح ذخیرہ اندوزی اور تجارت کی مذمت بھی کی گئی ہے، اسی طرح فضول خرچی سے بھی منع کیا گیا ہے اور سود خوری کی حرمت آئی ہے اور

مال کو فساد و بگاڑ کی طرف لے جانے والی تمام چیزوں سے حفاظت کا اہتمام مذہب اسلام نے کیا ہے۔ اور یہ حفاظت و صیانت بحق شخص خاص محفوظ نہیں بلکہ مسلم ریاست اور ملک میں رہنے والے تمام شہریوں پر یکسر عائد ہوتا ہے چنانچہ اسلامی نقطۂ نظر سے جس طرح سے ایک حکمراں پر مسلمان کے مال کی حفاظت لازم ہے اسی طرح غیر مسلم کے مال کی حفاظت بھی لازم ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہ عبارت اموالھم کاموالنا (غیر مسلم کا مال بھی ہمارے مال کی طرح ہے) موجود ہے جو، اسلامی دستور کا دفعہ ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت بھی بعینہٖ کی جائے گی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ مسلمان جب چوری کرتا ہے یا کسی کا مال چھینتا ہے تو اُس وقت وہ مسلمان نہیں رہتا۔ تو ثابت ہوا کہ اسلام نے مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے مال و اسباب کی حفاظت و صیانت کا ذمہ لیا ہے اور اس کے لیے اصول و ضوابط بھی مقرر کیے ہیں۔

۳-دین کی حفاظت:

بلاشبہ دین و مذہب ایسا طریقہ ہے جس پر چل کر بہت سے راہ گم گشتہ کو نجات حاصل ہوا، اور انھیں اپنی زندگی میں فرحت و سکون کا لمحہ میسر آیا، خواہ وہ کوئی بھی مذہب ہو، کیوں کہ ہر مذہب اپنی معنویت رکھتا ہے اور اپنے پیروکاروں کے درمیان اُس کی قدر و قیمت ہے۔ اس ضمن میں مذہب اسلام کا واضح موقف اور قرآن کا عالی شان فرمان لکم دینکم ولی دین (تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین) واضح طور پر مذہب اسلام کی مذہبی رواداری کا بین ثبوت ہے۔ دوسری جگہ فرمایا گیا: لااکراہ فی الدین۔ (دین میں کوئی زور زبردستی نہیں) ہاں یہ اور بات ہے کہ حق و باطل کے درمیان واضح فرق ہو چکا ہے اور دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں پائے جاتے ہیں اب جس کا جی چاہے حق کا دامن تھامے یا باطل پر کاربند رہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ مذہبی آزادی اسلام کا ترجیحی موقف ہے، اسی لیے غیر مسلم کو بھی اسلامی ریاست میں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اسی ضمن میں فقہ کی کتابوں میں آتا ہے: أمرنا بأن نترکھم و ما یدینونہ۔ (ہمیں یہ حکم ہے کہ انھیں مذہب کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیں) اس لیے اسلامی اصول و طرق کی روشنی میں غیر مسلم برادران مسلم ممالک میں اپنے مذہبی امور پر کاربند رہ سکتے ہیں۔

یہیں سے یہ امر بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کسی مذہب کے داخلی امور یا اس کے پیشوا بلکہ اس کے ماننے والوں کو بھی طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جانا چاہیے۔ خود قرآن مقدس میں صراحتاً اس کی ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم۔ (جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی پوجا کرتے ہیں انھیں بُرا بھلا نہ کہو کہ کہیں وہ بھی بدلے میں اللہ کی شان میں گستاخی کریں) اس آیت میں دیگر مذاہب، اُن کے پیشواؤں اور ماننے والوں کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا ہے جس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مذہبی رسہ کشی کی کوئی گنجائش نہیں اور مسلمانوں نے اس طرز زندگی پر عملاً و قولاً عمل بھی کیا ہے۔

۴- عقل کی حفاظت:

عقل انسانی سراپا کا وہ اہم جز ہے جس کے بغیر ایک کیم شحیم آدمی بھی ناکارہ و بے وقعت معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی اسلامی امور کے لیے کسی انسان پر اعتماد کی بات کی گئی ہے وہاں یہ شرط ہے کہ وہ شخص عقل سلیم رکھتا ہو اور اُسے صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور ہو، اس کے ساتھ اس بات کا بھی خاص دھیان رکھا گیا ہے کہ اگر بطور سزا کسی کو مارا جائے تو ہاتھ یا پیر میں زدوکوب کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں شراب، جوا بازی، سٹہ بازی کو حرام قرار دیا گیا کیوں کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور ایک باشعور انسان بے دست و پا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جوا، بھی آدمی کے مال کو فاسد کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ

(۵) نسب وعزت وآبرو کی حفاظت:

نسب اور عزت و آبرو کی حفاظت پر اسلام میں بڑی تاکید ہے کیوں کہ اولاً تو نسب میں کسی قسم کا اگر خلل واقع ہوا تو سالہا سال وہ داغ باقی رہ جاتا ہے بلکہ اس کے بعد بھی نہیں ختم ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نسب اور عزت و آبرو پر بٹہ اُس وقت لگتا ہے جب غیر شرعی طور پر جسمانی تعلق بنایا جائے اور آدمی زنا کا مرتکب ٹھہرے۔ اسلام میں زنا کی سزا مقرر کی گئی ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری ہے: الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحدۃ منھما مأۃ جلدۃ۔ (زنا کرنے والے مرد و عورت کو سو کوڑے مارے جائیں) اور جب اس طرح کی سزا مرتب اور نافذ کی جائے گی تو لوگ اس گناہ کبیرہ سے احتراز کریں گے اور نتیجتاً نسب و آبرو کی حفاظت بآسانی ممکن ہو سکے گی۔

عالمی منظر نامہ پر اگر آج کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں مختلف

نوعیت کی طرز حکومت ملتی ہے لیکن اُن میں جو زیادہ بہتر اور مرغوب ہے وہ ہے جمہوری اور سیکولر حکومت، کیوں کہ جمہوری اور سیکولر حکومت میں مذکورہ بالا پانچوں دفعات واصول کی بڑی عمدہ حفاظت وصیانت ملتی ہے اور اُن پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً مذہبی آزادی، انفرادی واجتماعی آزادی، جان ومال کی آزادی، اظہار رائے کی حریت اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی وغیرہ۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مندرجہ بالا پانچوں اصول کی روشنی میں جو حقوق اسلام نے ساڑھے چودہ سو برس پہلے انسانیت کو دیے ہیں آج کی سیکولر اور جمہوری حکومتیں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اُن پر کھری نہیں اُتر پا رہی ہیں۔ وراثت کے مسئلے میں آج بھی لوگ پہلو تہی کر رہے ہیں اور عورتوں کو باپ کی ملکیت میں حصہ نہیں دے رہے ہیں جب کہ اسلام میں روز اول سے ہی یہ قانون موجود ہے اور مسلمانوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ البتہ اگر کوئی اس کے برعکس کرتا ہے اور ان وصول کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسلام میں قائم کیے گئے نظام عدل کے ذریعے نپٹا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إن الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذي القربىٰ وينهى عن الفحشاء والمنكر۔ (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل واحسان کا، اپنے قرابت داروں کو دینے کا اور برائی وغلط باتوں سے روکتا ہے) اگر مسئلہ سماجی نوعیت کا ہے تو اس میں انصاف وعدل سے کام لیا جائے گا۔ البتہ اگر ذاتی ہے تو آدمی انفرادی طور پر احسان سے بھی کام لے سکتا ہے، مثلاً کسی پر کوئی قرض تھا اُسے معاف کر دیا، یہ احسان ہے۔

عدل واحسان کو ایک واقعہ کی روشنی میں بہتر طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک دن رسول گرامی وقار ﷺ اپنے صحابہ سے الگ ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے لگے اور اپنی تلوار شانے پر لٹکا دیا کہ اتنے میں ایک مشرک نے جو، تاک میں بیٹھا تھا چپکے سے آ کر تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور بولا، اے محمد اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ''اللہ'' اتنا کہنا تھا کہ اُس پر عجیب طرح کی ہیبت طاری ہوئی اور زمین پر گر پڑا۔ آپ نے اٹھ تلوار اُٹھالی اور فرمایا، بتا اب تجھ کو کون بچائے گا؟ اس پر اُس نے کہا آپ تو بڑے نیک، رحم دل انسان ہیں آپ کو میرے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، تو رسول کریم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ اس واقعہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر آپ اُسے قتل کر دیتے تو یہ عدل کا تقاضہ تھا لیکن معاف کیا تو یہ آپ کی مہربانی اور احسان ہے کیوں کہ یہ آپ کا ذاتی معاملہ تھا۔

اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام اور اسلامی قوانین کے رو سے عدل وانصاف کے باب میں اپنے اور پرائے، دشمن ودوست، بڑے چھوٹے، امیر وغریب کے بیچ کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لايظلمنكم شنان قوم على ان لاتعدلوا اعدلوا هوا قرب للتقوىٰ۔

اے لوگو! کسی قوم سے تمہاری دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اُن کے ساتھ انصاف نہ کرو، عدل وانصاف کا برتاؤ کرو کہ یہ تقویٰ وپرہیزگاری کا اہم حصہ ہے۔

اس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہے کہ آپ کی زرہ چوری ہو گئی تھی ایک دن آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھا۔ دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ زرہ میرے ہاتھ میں ہے ظاہر سی بات ہے کہ میری ہی ہے۔ بات آگے بڑھی تو دونوں لوگ قاضی کے یہاں گئے۔ قاضی شرع کے یہاں مسئلے کی مزید تفتیش وتحقیق ہونا شروع ہوئی، قاضی نے حضرت علی سے اپنے دعویٰ پر دلیل اور ثبوت پیش کرنے کو کہا۔ آپ نے اپنے بیٹے کو گواہ کے طور پر پیش کرنا چاہا، قاضی نے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ اپنے اس مقدمہ میں بیٹے کو گواہ نہیں بنا سکتے۔ ابھی یہ بحث چل ہی رہی تھی کہ یہودی کا دل نرم پڑ گیا اور اُس نے قبول کر لیا کہ یہ زرہ حضرت علی کی ہی ہے۔

اُس نے کہا کہ میں اسلام کا نظام عدل دیکھ کر حیرت میں ہوں کہ خلیفۂ وقت قاضی کے سامنے اپنے کو پیش کر کے مقدمہ کے نپٹارے کے لیے گواہ پیش کر رہا ہے اور قاضی اُس سے کھل کر بحث کر رہا ہے۔ اُسی وقت وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

اگر اِن اصول وضوابط کو مدنظر رکھ کر امن وشانتی کی آس لگائی جائے اور لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے تو آج بھی ہمارے ملک کی فضاء پر امن اور خوش گوار ہو سکتی ہے اور لوگ امن وچین کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اسلامی قوانین فطری برحق ہیں اور الٰہی اصول ہیں۔

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر شعبہ عربی جے۔ این۔ یو، دہلی
رابطہ نمبر: 9899672293

تصوف وصوفیہ

تصوف فہمی

حدیث احسان اور تصوف کی تعلیم وتربیت

دوسری و آخری قسط

میں قول رسول کریم پیش کرتا ہوں اور تم ایک امتی کا قول مانگتے ہو۔محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام

شاہ محمد انور علی سہیل فریدی☆

امام عبدالوہاب شعرانی صوفیہ کی عظمت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِنْهُمْ (الصُّوفِیّه) فِی عَصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ اِلَّا وَ عُلَمَاءُ ذَالِكَ الزَّمَان یَتَوَا ضِعُونَ لَهٗ وَ یَعْمَلُوْنَ بِاِشَارَتِهٖ وَ یَطْلِبُوْنَ مِنْهُ تَفرِیح کُرَبِهِمْ فِی الشَّدَائِدِ۔(الانوار القدسیہ فی بیان قواعد الصوفیہ،ص۹۲)

ہر دور میں علمائے کرام صوفیہ عظام کے ساتھ تواضع اور احترام وعقیدت کا برتاؤ کرتے ،ان کے مشورے پر عمل کرتے اور مصیبت کی گھڑی میں ان سے ازالہ مصیبت کی درخواست کرتے۔

اہل علم اور تاریخ داں بخوبی واقف ہیں کہ ہر دور میں اسلام کی مخالفت ہوئی۔ مخالفت کرنے والی جماعت اور گروہ ہمیشہ ناکام ونامراد رہا۔تصوف کا تعلق اسلام سے ہے اس لیے اسلام کی مخالفت کے ساتھ تصوف کی مخالفت مختلف طریقے سے ہوئی، آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ کچھ حضرات نے کم علمی اور خوش عقیدگی کے فقدان کی وجہ سے غیر اسلامی قرار دیا اور اس کے وجود سے انکار کیا۔ یہ وہ جماعت ہے جس نے اسلام کا کھلے ذہن اور دل کی گہرائی وگیرائی سے مطالعہ نہیں کیا۔اس جماعت کے حضرات میں بصارت تھی بصیرت نہ تھی۔ کسی چیز کو صحیح طریقے سے جاننے اور سمجھنے کے لیے بصیرت اور عقل سلیم ضروری ہے۔ کچھ کمی ہم اہل خانقاہ اور آستانوں پر رہنے والے خدام اور مجاوروں کی بھی ہے۔اہل خانقاہ فی زمانہ علم وعمل اور اسلاف کی راہ سے دور ہونے لگے۔ جو تعلیم وتربیت اور انسانیت کا روحانی پیغام خانقاہوں سے عوام وخواص کو پہنچنا چاہیے تھا، اس میں کمی واقع ہوئی۔ مشائخ کرام اور سجادگان کا رجحان دین متین کی طرف کم اور دنیائے فانی کی طرف میلان زیادہ ہوا۔ وہ اسلاف کے نقش قدم پر پوری طرح مستعدی سے عمل پیرا نہ ہوسکے۔ خدام آستانہ اور مجاوران درگاہ نے ایسی روش اختیار کی جس کو اسلاف نے پسند نہ فرمایا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اور عقیدت مندوں کے دلوں میں تصوف اور صوفی کی وہ اہمیت اور قدر نہ رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابلیس لعین نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور اپنا کام شروع کردیا۔ کچھ حضرات اہل خانقاہ کا طرز عمل دیکھ کر تصوف سے بدظن ہوئے۔ کچھ لوگوں نے اسے غیر اسلامی تصور کیا،سخت دل صاحبان نے اس کا انکار کیا۔حالاں کہ حقیقت میں ایسا نہیں، کیوں کہ جو چیز ابتدائے اسلام سے ہو،جس کی پرورش پیغمبر اسلام نے کی ہو،آپ کے بعد صحابہ کرام تابعین عظام اور صالحین نے اس کی آب یاری اور باغبانی کی ہو وہ کس طرح غیر اسلامی ہوسکتا ہے اور کیسے اس کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ ضرورت اصلاح کی ہے۔؂

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ہم اہل خانقاہ سجادہ نشین خدام ومجاور حسن عمل کا پہلو اپنائیں۔ اسلاف کے نقش قدم پر چلیں، خدمت خلق کریں،اسے ذریعہ معاش نہ بنائیں۔ حسن عمل اور اخلاق کریمہ کا اس طرح مظاہرہ کریں کہ دنیا والوں کے دلوں میں صاحب مزار وآستانہ سے عقیدت دوبالا ہوجائے۔ دیکھنے والے کی زبان پر ہو کہ

’’یہ وہ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔‘‘

ہمارے ہندوستان میں خواجہ خواجگان عطائے رسول نائب رسول فی الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ثم اجمیری المعروف بہ خواجہ غریب نواز کی تشریف آوری سے تصوف کا زیادہ چرچا ہوا۔ آپ کی آمد کی برکت، خدمت خلق اور حسن اخلاق سے غیر اپنے ہوگئے۔ ہر طرف اسلام اور تصوف کا بول بالا ہوا۔ دین حق اسلام دین فطرت ہے اور حق ہمیشہ غالب اور فطرت ہمیشہ غالب رہتی ہے، اسی کا بول بالا ہوتا ہے۔ اَلْحَقُّ یَعْلُوا وَلَا یَعْلٰی۔

’’حق ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔‘‘

ہمارا تصوف فطری اور اسلامی ہے ان شاء اللہ تا قیامت اس کا بول بالا رہے گا۔

رہے گا تصوف کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

سرکار غریب نواز رحمت عالم نور مجسم ﷺ کے باطنی اشارے سے ہندوستان تشریف لائے اور اس خطہ کو اپنے نورانی فیض سے مستفیض کیا۔ خلقت آپ کی گرویدہ ہوئی۔ ان کے قلوب آپ کی طرف کھنچنے لگے۔ انگریز گورنر جنرل لارڈ اردن آپ کے تصرفات اور عوام کی عقیدت دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ اپنے تأثرات اور نذرانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا کہ

''ہندوستان میں ایک قبر حکومت کرتی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان آپ سے عقیدت اور محبت کرتا ہے۔ پرندے آپ کا اس قدر ادب کرتے ہیں کہ جب روضہ اقدس کے قریب آتے ہیں دائیں بائیں ہوجاتے ہیں اور مزار اقدس کے اوپر پرواز نہیں کرتے۔ احقر نے کئی بار اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ ادب اس وجہ سے ہے کہ خواجہ بزرگ خواجہ غریب نواز نے ساری زندگی خدمت خلق اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں گزاری اور ایسے کارہائے پسندیدہ انجام دیے جس سے اللہ ان سے راضی ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی پیشانی مبارک پر نورانی خط میں ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ۔ (یہ اللہ کا حبیب ہے اور اللہ کی محبت میں اس کا وصال ہوا ہے) لکھا ہوا تھا۔ آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۲ھ میں دار الخیر اجمیر شریف میں ہوا۔ حدیث نبوی ہے جو (بندہ) اپنی زندگی خدا کو راضی کرنے میں گزارتا ہے، اس کو اللہ کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ کا ہوگیا، اللہ اس کا ہوگیا۔

سبحان اللہ کیا اعلیٰ مرتبہ ہے سرکار غریب نواز کا۔

خواجہ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
نہیں ہوتا کبھی مایوس چاہنے والا تیرا

سرکار غریب نواز کا تعلق خواجگان چشت اور سلسلہ چشتیہ سے ہے۔ چشت افغانستان اور روس کے درمیان علاقہ میں آباد خوبصورت قصبہ ہے۔ اس قصبہ میں سب سے پہلے شیخ ابو اسحاق شامی شام سے ترک سکونت کر کے تشریف لائے۔ یہاں ایک خانقاہ بنائی اس خانقاہ میں تمام سہولیات موجود تھیں آپ اس چشتی خانقاہ سے خدمت خلق، احیائے دین اسلام اور سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مشغول ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفا مثل خواجہ احمد، خواجہ ابو محمد، خواجہ ناصر الدین ابو یوسف، خواجہ مودود چشتی نے عظیم چشتی خانقاہ کو ترقی دی اور روحانی صوفیانہ مشن کو جاری رکھا۔ ان مشائخ سے جو سلسلہ جاری ہوا، اس کا نام اس جگہ کے نام پر سلسلہ چشتیہ ہوا جب کہ وابستگان سلسلہ چشتی نام سے مشہور ہوئے۔ اس سے پہلے یہ سلسلہ خواجگان کے نام سے معروف تھا۔

ہندوستان میں اس سلسلہ عالیہ نے بڑی خدمت کی ہے۔ اس کو ہندوستان میں اولیت حاصل ہے۔ انھیں مشائخ کی ہندوستان میں ولایت ہے۔ سارا ہندوستان چشتی ہے۔ اس وقت ہندوستان میں جتنے بھی سلاسل ہیں سب اس کے بعد آئے۔ چشتی سلسلہ کے بعد سہروردی سلسلہ آیا۔ اس کے بعد قادریہ، فردوسیہ، کبرویہ، قلندریہ، مداریہ، شطاریہ، شاذلیہ، نقشبندیہ، رفاعیہ وغیرہ سلاسل آئے اور سر زمین ہند پر گراں مایہ خدمت انجام دیں۔ سلسلہ چشتیہ کا شمار اصول میں ہوتا ہے اور دیگر سلاسل کا فروع میں۔

خواجہ غریب نواز کے بعد خلفاء نے خانقاہی چشتی مشن کو جاری رکھا۔ یہ مشائخ خدمت خلق اور سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید مسعود گنج شکر، شیخ بدرالدین غزنوی شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری...... شیخ نصیرالدین چراغ دہلی، شیخ شہاب الدین گنج علم، شیخ عثمان اخی سراج، شیخ علاء الحق پنڈوی، مخدوم محمد اشرف سمنانی، بندہ نواز گیسو دراز، خواجہ سید محمد شیخ عبدالحق ردولوی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شاہ ابو سعید گنگوہی، شیخ عبدالاحد سرہندی، شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی، شیخ سلیم چشتی، مولانا فخر الدین دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شاہ جعفر علی فریدی خطیب سہرسا، سلسلہ عالیہ کے مشہور مشائخ ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے زمانے میں چشتیہ سلسلہ بام عروج پر پہنچا اور سارے ہندوستان میں اس کی دھوم مچ گئی۔

سرکار خواجہ غریب نواز درویشوں کی مختصر جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں کی تہذیب وتمدن اور ماحول، عربی تہذیب اور کلچر سے مختلف تھا۔ آپ نے ماحول کا جائزہ لیا اور عوام کے

افکار وخیالات کا مطالعہ کیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہندوستانی تہذیب میں سنگیت کو خاص مقام حاصل ہے۔ عوام وخواص موسیقی میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ نے تصوف کو عام کرنے اور دائرہ اسلام کو وسیع کرنے کے لیے موسیقی کو بہترین ذریعہ تصور کیا، اس کے ذریعہ یہ اہم فریضہ انجام دیا۔ اس میں آپ کو عظیم کامیابی ملی۔ آپ نے سماع کو اپنایا۔ محفل سماع منعقد کی، اس کے ذریعہ تصوف اور اسلام کو عام کیا۔ آج ہم اسلام اور تصوف کا ہر طرف عروج دیکھ رہے ہیں یہ سب خواجہ بزرگ کی حکمت عملی، خلوص محنت اور بے لوث خدمت خلق کا نتیجہ ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے زمانہ میں کچھ منکرین سماع نے سماع کی مخالفت کی اور آپ سے مناظرہ کیا۔ آپ نے قول رسول کریم سے ''سماع جائز ہے'' ثابت کیا۔ منکر سماع علما نے کہا کہ شیخ نظام الدین کو حدیث سے کیا سروکار؟ خود کو حنفی مشرب کہتے ہیں امام ابوحنیفہ کا قول پیش کریں۔ ''ترا احادیث چہ کار تو کہ مشرب ابو حنیفہ می داری قول ابوحنیفہ بیار۔''

آپ نے فرمایا، میں قول رسول کریم پیش کرتا ہوں اور تم ایک امتی کا قول مانگتے ہو۔ ابوحنیفہ کون ہیں کہ جن کا قول رسول کریم کے قول کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔

''سبحان اللہ من کہ قول رسول می آرم تو می گوئی کہ قول امتی بیار ابوحنیفہ کہ بود کہ من قول.....قول رسول می آرم۔''

منکرین کو معلوم نہ تھا کہ سلطان المشائخ زمانہ کے سب سے بڑے محدث اور محفل شکن ہیں۔ آپ کو حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی ساڑھے چار ہزار احادیث مع سند روایت کے حفظ ہیں۔ قاضی صاحب قول ابوحنیفہ کے لیے بضد رہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو قوم رسول کے قول کے مقابلے میں ایک امتی کا قول مانگتی ہے وہ اس سے نہیں ڈرتی کہ وہ قوم جلاوطن ہو جائے اور قحط میں مبتلا ہو، اور اُس کا شہر برباد وویران ہو جائے۔ آپ کے فرمانے کے بعد دہلی شہر کس طرح برباد ہوا، اور کیسی بلا اُس شہر پر نازل ہوئی سب جانتے ہیں۔ سماع کے منکر علما کو شکست ہوئی۔ قاضی صاحب بادشاہ وقت کے سامنے اپنا سا منھ لے کر رہ گئے اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔

سماع کی اہمیت کے لیے یہ واقعہ لکھنا کافی ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اپنے پیرومرشد شیخ شیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کی خدمت میں حاضر تھے۔ قبولیت کا وقت تھا، شیخ پر کیفیت طاری تھی۔ پوچھا نظام الدین کیا چاہتے ہو مانگو! آپ نے عرض کیا شیخ شیوخ العالم دین پر استقامت چاہتا ہوں۔ آپ نے استقامت کی دعا کی وہ مقبول ہوئی، حضرت محبوب الٰہی کو استقامت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ کے وصال کے بعد جب آپ کی خانقاہ میں محفل سماع ہوتی اور آپ پر رقت وکیفیت طاری ہوتی افسوس سے فرماتے کہ میں نے اپنے پیر دستگیر سے دین کے کام میں استقامت چاہی، یہ کیوں نہ مانگا کہ میری جان سماع میں جائے۔ آپ اکثر اوقات یہ شعر پڑھتے

از کاسہ رباب مرا نعمتی رسید
شد آفتاب ہر کس ازد زرہ چشید

ساز کے پیالہ سے مجھے وہ نعمت ملی ہے جس نے اس میں سے ایک ذرہ چکھ لیا، سورج کی طرح ہو جاتا ہے۔

(سبع سنابل، ص ۱۴۶، ۱۴۷)

''حضرت بابا صاحب سے کسی نے سماع کے جواز کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! ایک سماع میں جلا بھی اور راکھ ہو گیا، اور دوسرا ابھی اختلاف ہی کر رہا ہے۔''

سماع تصوف کا اہم رکن ہے اس نے دلوں کو جوڑنے کا بڑا کام کیا ہے اور تصوف کو عام کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ آج بھی مشائخ چشت کے آستانوں پر عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ محفل سماع ہوتی ہے اور عقیدت مندوں کے قلوب میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔

☆☆☆

☆ سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، محلہ کمان گران، بدایوں شریف
8860344708

حالات حاضرہ

فکر وکردار کا قبلہ درست کیاجائے

اسامہ پھر بغدادی۔اگلا نشانہ کون؟

عبدالمعید ازہری☆

پیرس پر ہوا حملہ یقیناً انسانیت کا قتل ہے۔ ہر انسان نے مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر اس کی مذمت کی۔ آج تک اس کی مذمت کا سلسلہ جاری ہے۔ مذمت اور احتجاج کے جو بھی راستے ہو سکتے تھے استعمال کیے گئے۔ فرانس کے عوام سے اپنی بھر پور ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ پیرس میں ہلاک ہونے والے انسانوں اور فرانس کی عوام سے ان لوگوں سے کیا رشتہ ہے جو احتجاج درج کر کے اپنی ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایک انسانیت کے رشتہ کے سوا کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔

اس حملہ کے بعد احتجاج میں آئی شدت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی بھی پید ہوگئی اور کہنے لگے کہ آخر فرانس کے انسانوں کا قتل ہی کیوں لوگوں کو نظر آیا؟ پچھلی ایک دہائی سے عرب اور افریقہ کے ممالک اس قتل و غارت گری کا نشانہ بن رہے ہیں۔ فلسطین تو اس خونی کھیل کا ایسا عادی بن گیا مانو قتل ہونا، تباہ ہونا اس کی تقدیر بن گیا ہو۔ ان ممالک میں ہوئے حملوں کے خلاف کسی نے اس شدت کے ساتھ احتجاج نہ کیا۔ یہ بات تو سچ ہے کہ اس وقت بھی ایسے احتجاج درج ہونا چاہئے لیکن اگر آج لوگ کوشش کر رہے ہیں تو بھی اچھا ہے۔ کچھ لوگ تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ مغرب کی جانب سے ہوئی مسلمانوں کے ساتھ مسلسل زیادتیوں کا بدلہ یا نتیجہ ہے۔ اب کون سمجھائے کہ یہ بدلہ مزید تباہی اور ظلم کو دعوت دینے والا ہے۔ جب سے پیر میں حملہ ہوا ہے اس کے بعد سے مسلسل وہاں اور اس کے قرب و جوار میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی خبریں آنا شروع ہوگئیں۔ سیریا سے بے گھر پناہ گزینوں پر مزید مصائب آن پڑے ہیں۔ انہیں ایک بار پھر سے بے گھر ہونے کی ذلت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

مسلمانوں نے اس حملے کی مذمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اتنی شدت کے ساتھ تو خود اسلامی ممالک میں ہونے والے فسادات اور قتل و غارت گری کے خلاف بھی زبان نہیں کھولی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان احتجاج کرنے والوں کے ایسے طعنے بھی سننے پڑ رہے ہیں کہ جب کسی مسلمان کو سر عام قتل کیا جا رہا تھا تب کسی کی زبان نہ کھلی۔ ایک طرف تو مسلمان اپنی اسلامی اور انسانی ذمہ داری کا مظاہر کر رہا ہے دوسری طرف ایسے بیان جاری کر کے ان کی عقیدتوں کو قتل کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو جتنا احتجاج کرنا چاہئے تھا اتنا احتجاج نہیں کیا۔

ایک سوال اور بھی عوام کی طرف سے چند مخصوص احتجاج کرنے والوں سے کیا گیا ہے کہ جب ٹیونیشیا سے لے کر مصر اور لیبیا ہوتے ہوئے عراق اور سیریا یکے بعد دیگرے تباہ ہو رہا تھا تو یہ موقعہ پرست تنظیمیں کہاں تھیں؟ آج جب خود امریکہ اور سعودیہ ملزم اور مجرم نظر آ رہا ہے تو یہ تنظیمیں سامنے آکر پورے ملک میں احتجاج کی باتیں کر رہی ہیں۔

اس تصویر کے کئی رخ ہیں۔ دولت اسلامیہ کی بنیاد پڑے کئی برس گزر گئے لیکن اس شدت کے ساتھ اس کی مخالفت نہیں کی گئی جتنی مخالفت فرانس میں ہوئے حملہ کے بعد کی گئی۔ خود ان ممالک نے اس تنظیم کو غلط ٹھہرایا جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خود اس دہشت گرد تنظیم کو مدد فراہم کرتے ہیں۔ افریقہ، عرب، ایشیا سے لے کر ہندوستان تک اس کی سخت مخالفت کی گئی اور اس کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ ابھی بھی چند لوگوں کو شک اور تردد ہے۔ وہ فرانس میں ہوئے حملے کو تو دہشت گردانہ حملہ تصور کرتے ہیں لیکن اس تنظیم کو دہشت گرد ماننے میں ابھی بھی انہیں پس و پیش ہے۔

ایک بڑا سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کیا فرانس سے پہلے اس کے حملے جائز تھے یا پھر فرانس پر حملہ کر کے اس گروہ نے کسی خاص اصول، ضابطہ یا معاہدہ کی خلاف ورزی کر دی ہے کہ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔ ایک بار اسامہ بن لادن کو پیدا کیا، پالا، پرورش کی، استعمال اور مار دیا۔ اسی طرح ابوبکر بغدادی کو بھی پیدا کیا، استعمال کیا اور اب مارنے کی تیاری چل رہی ہے۔

سیریا کے بے گھر مسلمانوں کے ساتھ ویسے بھی اچھا رویہ اختیار نہیں کیا جا رہا تھا۔ اب ان پر ظلم بالائے ستم ہونے سے کوئی نہیں روک

سکتا۔فرانس کے علاوہ دوسری یوروپین ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ہورہی بدسلوکیوں میں اضافہ ہوگا پھراس کاری ایکشن ہوگا۔ فائدہ کس کا ہوگا ؟اگر یہ مان لیا جائے کہ فرانس میں ہوا حملہ کسی عمل کا ردعمل تھا تو اس ردعمل کے بعد ہورہے سلوک کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیونکہ وہ عمل بھی تو کسی عمل کا رد عمل ہے۔ یہ وہ حالات ہیں جن میں عام انسان اپنا آپا کھوکر مشتعل ہوجاتا ہے پھر اسے بدلے اور ردعمل کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے میں اس طرح کی دہشت گرد تنظیموں کے لئے آسان ہوجاتا ہے کہ وہ اس طرح کے نوجوانوں اور مشتعل لوگوں کا بھرپور استعمال کریں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ داعش پچھلے دو برسوں سے مسلسل جنگ لڑ رہا ہے۔ دوسروں کے ساتھ اس گروہ کے بھی تو افراد ہلاک ہوئے ہونگے۔ ایسے میں اسے بھی مزید افراد کی ضرورت ہے۔ ایسا کیا طریقہ کار ہے جس سے اس گروہ کو فوجی افراد فراہم ہو سکیں۔ اس طرح کے دہشت گردانہ حملے کافی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

جس ملک میں بھی دہشت گردانہ حملہ ہوتے ہیں کیا اُس ملک میں پہلے سے ایسے حکومت مخالف لیڈر رہوتے ہیں جو تختہ پلٹ کیلئے اس طرح کے حملوں میں ساتھ دے سکیں؟ یا پھر کیا خود گرتی ہوئی حکومت اس طرح کے واقعات کے بعد ہمدردی حاصل کرکے پھر سے اقتدار حاصل کرسکتی ہے؟ اسلام مخالف تنظیموں کے ساتھ اس دولت اسلامیہ کا کیا تعلق اور کس طرح کا تعلق ہوسکتا ہے جبکہ وہ خود اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں؟ اس گروہ کا عمل تو اسلام کا پتہ نہیں دیتا ہے۔ جس طرح اس گروہ کے ہاتھوں غیر مسلموں کا قتل ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا بھی قتل عام اس دہشت گرد گروہ کے ہاتھوں ہوتا ہے۔

اسلام مخالف گروہ اور دہشت گرد تنظیموں کے درمیان رشتہ یہ ہے کہ اس دہشت گرد گروہ کی اپنی ایک فکر ہے۔ جو اس فکر کو مانتا ہے وہی ان کے اعتبار سے مسلم ہیں اور انہیں ہی جینے کا حق ہے۔ ایسے میں تو اسلام مخالف تنظیموں کیلئے آسان ہوجاتا ہے کہ وہ اس دہشت گرد گروہ کا استعمال عام مسلمانوں کے خلاف کرسکیں۔ اس دہشت گرد تحریک کیلئے بھی امکانات پیدا ہوجاتے ہیں کہ اپنے مفاد یعنی افراد اور وسائل کے حصول کی خاطر ان کا ساتھ دیں۔

جہاں ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اس طرح کی دہشت گرد تنظیموں کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب امریکہ اور اسرائیل کی سازش ہے۔ دولت اسلامیہ کے نام پر جو لوگ بھی اس کام کو انجام دے رہے ہیں وہ مسلمان نہیں۔ ایک حقیقت تو واضح ہے کہ اس دولت اسلامیہ کی بنیاد اسلامی خلافت کے نام پر ہی پڑی تھی۔ سیریا اور عراق میں لوگوں نے اس کا ساتھ بھی اسی بنیاد پر دیا تھا۔ پورے عرب اور افریقہ کی انتہا پسند فکریں اس کی حمایت کرتی نظر آئیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر دولت اسلامیہ کے نام پر وجود میں آئی تنظیم مسلمان نہیں تو اس پر تمام مسلم ممالک نے شروع ہی میں پابندی کیوں نہ لگا دی جبکہ وہ خود مسلم ملک میں پیدا شدہ تنظیم ہے؟ وہیں پلی بڑھی جوان ہوئی اور اب وہیں اپنے پر وباز و پھیلا رہی ہے۔ اتنے روز سے تنظیم صرف مسلم ممالک اور مسلمانوں کا قتل عام کررہی تھی اور کسی بھی مسلم ملک کو اس بات کا خیال نہ آیا کہ اس کی روک تھام کا انتظام کرتا۔ سیریا کے لاکھوں مسلمانوں کو بے گھر کردیا گیا۔ پورا عرب خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہا۔ پورا ملک اقتدار کی ہوس اور مفاد پرستی کی آگ میں جھلس گیا۔ یہ مسلم ممالک اپنے محلوں میں آرام کرتے رہے۔ عراق انسانوں کے خون سے لال ہوگیا پھر بھی ان ممالک کو ہوش نہ آیا کہ یہودی مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں انہیں روکا جائے۔ ٹیونیشیا سے اٹھی چنگاری لیبیا کے راستے مصر ہوتے ہوئے سیریا اور عراق کو جلاتی رہی تھی اور یہ انتظار کررہے تھے کہ کب یہ فرانس پر حملہ کریں اور ہم اعلانیہ کہیں کہ یہ مسلمان نہیں۔

داعش کی حرکتوں پر صرف خاموش حمایت کا پردہ ہی نہیں ڈالا گیا بلکہ اس کی کھل کر حمایت کی گئی ہے۔ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمارے ملک ہندوستان سے بھی ایک خط لکھ کر انھیں کچھ خاص وعظ ونصیحت کی گئی تھی۔ خط کی شروعات ’’امیر المؤمنین‘‘ کے لفظ سے کرکے اس کی خلافت کا اعلان بھی کیا گیا۔ ہندوستان سے ہی کچھ طلبہ کے داعش میں شامل ہونے کی بھی خبر آئی تھی اور یہی نہیں ان کی جانب سے ایک ویڈیوں بھی جاری ہوا تھا جس میں انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں سے اس گروہ میں شامل ہونے کی گذارش کی تھی۔ اسی ملک میں داعش کے جھنڈے بھی نظر آئے۔ جب یہ سب کچھ ہورہا تھا تو کیا ہمیں ان میں کفر ونفاق نظر نہیں آرہا تھا۔ اس وقت جس نے بھی داعش کی مخالفت کی اسے ان چند نام نہاد مسلم رہنماؤں نے اسلام مخالف قرار دیا تھا۔ دارالافتاء کے دروازے اس گروہ کی خدمت کررہے تھے، شاہی فرمان کی طرح فتوے جاری کیے جارہے تھے۔ مصر پہلا وہ ملک رہا جس نے اس طرح کی دہشت گردی پر سب سے پہلے قابو حاصل کیا، اس طرح کے فتوی

فروشوں کو گمراہ قرار دیا۔

عراق کے وزیر اعظم نے اس گروہ کے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان جاری کیا ہے کہ یہ گروہ وہابیت کی فوجی شاخ ہے۔ داعش کے ذریعہ پیرس میں ہوئے حملے پر خصوصی گفتگو کے لئے ایک ٹی وی چینل پر مدعو معروف دانشور قمر آغا نے بیان دیا کہ وہابیت کی جڑ سعودی عرب سے ہندوستان کے دارالعلوم دیو بند تک پہنچتی ہے۔ اس طرح کے کئی ایسے بیان ہیں جو اس بات کا واضح اشارہ ہیں کہ داعش میں موجود لوگ نماز و روزہ اور جہاد کے نام پر ہی لوگوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ جس دن داعش کے سرغنہ ابو بکر البغدادی نے اپنی خود ساختہ خلافت کا اعلان کیا تھا اسی کے بعد اسے ایک مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دکھایا گیا۔ داعش اور وہابیت کے درمیان تعلق پر کئی قلم کاروں نے متعدد تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔ ہندوستان کا اکثریتی طبقہ شروع سے ہی اس فکر کی مخالفت کرتا رہا ہے۔ علماء مشائخ اور دانشوروں نے کھل کر اس کے خلاف بیان دیا ہے۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ القاعدہ، طالبان اور اخوان المسلمین جیسی تمام تنظیمیں اور مسلح تحریکیں مسلمانوں کی تنظیمیں نہیں۔ ان کے پیچھے یہودیوں اور صہیونیوں کا ہاتھ ہے۔ تو کیا اس بات سے بھی انکار کیا جا سکتا ہے کہ اس سازش کا شکار اور آلہ کار مسلمان نہیں تھا۔ پچھلی ایک دہائی میں پورے اسلامی ممالک میں خونی کھیل میں کس کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ دس برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہوش نہیں آیا کہ اس خونریزی سے قوم مسلم کو بچایا جائے۔ آج جب اسلام مخالف جماعتوں کا مقصد پورا ہو گیا تو انہیں اچانک ہی اس دہشت گرد تنظیم کے سد باب کی فکر ستانے لگی۔ اب تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ دولت اسلامیہ جیسی دہشت گرد تنظیم کو خود امریکہ اور اسرائیل نے بنایا ہے۔ جس طرح سے القاعدہ جب روس پر حملہ آور تھا تو وہ مجاہد تھے اور جب ان کا رخ بدل گیا تو وہی دہشت گرد ہو گئے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جنگ و جدال کیلئے افراد اجرت پر لیے جاتے رہے ہیں۔ یہی معاملہ ان دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ بھی ہے کہ ان سے اجرت پر کام لیا جاتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آخر جنگ میں کام آنے والا ہر لڑاکا تو اجرت پر نہیں ہوتا تو ان کو کس طرح سے ورغلایا جاتا ہے۔ یہی فکر دہشت کی جڑ بھی ہے اور اس کا حل بھی ہے۔ تمام طرح کے دہشت گرد گروہ اسلام مخالف تنظیموں اور ممالک کے بنائے ہوئے ہیں لیکن کیا اس میں خود مسلمان شامل نہیں ہوتا۔ انہیں پناہ دیتا ہے۔ ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ سیاسی اقتدار میں ان کی مدد حاصل کرتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ داعش کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں۔ داعش ایک خاص فکر کی پیداوار ہے یا پھر اسے ایک خاص فکر پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس خاص فکر ہی کی وجہ سے ان کی تلواروں اور دھماکوں کی زد میں وہ مسلمان بھی آتے ہیں جو اس فکر کو نہیں مانتے۔ اس گروہ نے کھلے عام مسجدوں، درگاہوں اور امام بارگاہوں پر بلڈوزر چلائے اور انہیں بم سے اڑایا۔ مسلمان اس عمل کے خلاف ہے۔ اسلام نے تو اسلامی آثار و باقیات کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ خالق کائنات کی جانب سے قرار شدہ نشانیوں کو محفوظ رکھنا، ان سے عقیدت رکھنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ مسلمان اس ذمہ داری کو پچھلی ایک صدی سے ادا کرتا آرہا ہے۔

تیرہویں صدی میں ایک فکر آئی جس نے ان تمام چیزوں کو شرک اور بت پرستی کا اڈہ کہہ کر ان کو مسمار کرنے کا عمل شروع کر کے اسلامی آثار کے انہدام کی بنیاد ڈالی۔ انہیں آج بھی اسلامی آثار و تاریخ سے کوئی لگاؤ نہیں۔ پورے عرب ممالک میں موجود آثار کو بیچ کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم اسلام کی قدیم تاریخ میں یقین نہیں رکھتے۔ آنے والی صدیاں اسلام کو ہمارے تاریخ سے جانیں گی۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اور اس امن و محبت کی روایت مسمار کر کے رکھ دیا۔ داعش، القاعدہ، طالبان اور اخوان المسلمین ہم ایک گروہ کے نام سے جانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی گروہ نہیں بلکہ ایک فکر ہے جو اس طرح کا گروہ پیدا کر رہی ہے۔ ایک گروہ ختم ہوگا تو اس کی جگہ دوسرا آجائے گا۔ اسامہ بن لادن کی جگہ ابو بکر بغدادی اس کے بعد کوئی اور آئے گا۔

اگر ہم واقعی اس طرح کے انسان مخالف دہشت گردانہ حملوں کے مخالف ہیں تو گروہ کی بجائے یا گروہ کے ساتھ ساتھ ایسی فکر کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ان تمام آوازوں کو ایک ساتھ کریں جو یہاں وہاں سے جس انداز سے بھی اس طرح کی آواز بلند کر رہا ہے۔ سوچئے ابھی وقت ہے۔ شاید کہ کوئی بات تیرے دل میں اتر جائے۔

☆ ترجمان مرکزی دفتر آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ، دہلی

Email: abdulmoid07@gmail.com

Mob: 09582859385

اصلاح معاشرہ
خطابی سلسلہ

نکاح سے بھلائیاں وجود میں آتی ہیں

دوسری قسط

خطاب: مفتی محمد ضیاء الدین نقشبندی.................جمع وترتیب: محمد یونس برکاتی☆

عزیزان محترم! یہاں اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم نکاح کے معاملات کو آسان بناؤ اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس میں اپنی ھدایات مرحمت فرمائی ہیں کہ دیکھو کسی پر بار نہ ہو، اس کا کسی کو مکلّف نہ بنایا جائے، کسی کو تکلیف نہ دی جائے، کسی کو زحمت نہ دی جائے، حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سیرت طیبہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ کتبِ سیر کے اوراق کی گردانی کرو، کہیں بھی آپ کو یہ نہیں ملے گا۔ اس حوالہ سے کسی بھی صحابی نے جس سے رشتہ کر رہے تھے وہاں کچھ مانگا ہو، بلکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتظام تو یہ کروایا کہ تم دینے والے بنو! لینے والے نہ بنو۔

ایک صحابی رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے ایک صحابیہ نے اپنے آپ کو اپنے نکاح کے سلسلے میں پیش کیا۔ ایک صحابی کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا نکاح اس عورت سے کروا دیجئے۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مہر دینے کے لیے تمہارے پاس کیا کچھ ہے؟ اللہ کے حبیب نے یہ نہیں فرمایا کہ اے خاتون! تم اپنے نکاح کی بات کر رہی ہو، جہیز دینے کے لیے تمھارے ماں باپ کے پاس بھی کچھ ہے یہ نہیں فرمایا۔ جو ان سے فرمایا کہ مہر دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے؟ خرچ کرنا اے مرد تیرا کام ہے عورت کا نہیں۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ مردوں کو عورتوں پر اللہ نے جو ذمہ داری سونپی ہے نگراں اور منتظم بنایا ہے وہ کس لیے بنایا، دو وجہیں بیان کی ہیں ایک تو اللہ نے توانائی کے اعتبار سے نظام سنبھالنے کے اعتبار سے، بیرونی امور کو انجام دینے کے اعتبار سے اس نے وہ صلاحیتیں ودیعت کی ہیں، قدرتی طور پر وہ اپنے اندر وہ لیاقتیں رکھتا ہے ایک باعث تو یہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ اپنے مال اپنی بیبیوں پر خرچ کیا کرتے ہیں۔ تو مال خرچ کرنا مردوں کا کام ہے عورتوں کا نہیں۔ ان کے ماں باپ کا نہیں تو مانگنا بہرحال کسی صورت میں جائز نہیں۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک صحابی نے مانگا، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا، تم مانگ رہے ہو، تمہارے پاس گھر میں کیا ہے؟ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس گھر میں بچھانے کے لیے ٹاٹ ہے اور برتنے کے لیے برتن ہیں، استعمال کرنے کے لیے، اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''لے'' اوڑھنے کے لیے یہ تو ضروری ہے۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیالے کو لے کر صحابہ کے درمیان اعلان کیا کہ کون اس کو خریدے گا؟ ایک صحابی کھڑے ہو کر کہنے لگے میں ایک درہم میں خریدوں گا، اس کے بعد فرمایا کون زائد رقم دے کر خریدے گا؟ دوسرے صحابی کھڑے ہو کر کہنے لگے میں دو درہم میں خریدوں گا تو حبیب پاک نے ان کو فروخت کر دیا اور دو درہم اِن کو عطا کر دیے اور فرمایا ایک درہم سے غلہ خریدو اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ پھر اس کے بعد حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کلہاڑی لاؤ۔ ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر لاؤ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ڈالا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کو عطا فرما کر فرمایا کہ جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں چن کر لاؤ پھر اس کو فروخت کرو اور اس کے ذریعہ سے روزی کماؤ، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اس بات سے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو۔

کل قیامت میں تمہارے چہرہ پر کھرونچیں ہوں گی، نشانات ہوں گے اور محشر میں تم آؤ گے۔ یہاں تو تم کپڑے اعلیٰ درجے کے پہنے ہو، اعلیٰ درجے کی موٹروں میں تم چل رہے ہو اور سواری کر رہے ہو، عیش وعشرت میں ہو، شراب وکباب میں ہو، اعلیٰ گھروں، مکانوں اور بلڈنگوں میں ہو۔ زمینیں تم نے بیبیوں کے نام پر حاصل کر لی ہیں

اور سب کچھ کر لیا لیکن یہاں طرح طرح کی زندگی گزر گئی، گزر گئی، وہاں محشر میں تم آؤ گے اولین و آخرین بھی ہوں گے وہاں تمہارے چہرہ پر کھرونچیں ہوں گے، سب لوگ پہچانیں گے کہ یہ بھیک مانگنے والا شوہر تھا جو اپنی بیوی کے میکے والوں سے پیسے منگوایا کرتا تھا۔ شادی بیاہ کی تقریب کے حوالے سے جہیز کے مطالبے کرکے پریشان کیا کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اندر سے تباہ ہو گیا اور چہرہ بھی برباد ہو گیا، چہرہ پر وہ ذلت کی نشانی ہوگی۔

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ دینے والے بن کر رہو، مانگنے والے بن کر مت رہو، اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تم دینے والے بنو، مانگنے والے بھیک حاصل کرنے والے نہ بنو۔ اس طرح سے شادی بیاہ کی تقاریب کے اندر یہ جو جہیز کے مطالبات ہیں شرعاً حرام ہیں، اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں، ہاں ایک صورت ہے کہ بالکل محتاج اور مجبور ہیں کمانے کے لیے توانائی بالکل نہیں، پاؤں چلنے کے قابل نہیں، ہاتھ کام کے لائق نہیں بالکل اپاہج ہو گیا، اگر ایسی صورت ہے پھر بھی شریعت اسلامیہ نے بیوی کو یہ حق دیا کہ وہ شوہر کے نام پر قرض لے کر زندگی گزارے، لیکن اگر وہ غیرت مندی میں یہ سوچے کہ چلو میرا شوہر اپاہج ہو گیا، میں خلع کا مطالبہ نہیں کروں گی، تقدیر پر راضی رہ کر زندگی بہر حال گزاروں گی، تو پھر ایسی صورت میں وہ اگر کما کر دیتی ہے تو اب اس کو اس مجبوری میں کھانا جائز ہے۔

مگر ایسے مجبور ہمارے سماج کے سب لوگ نہیں ہیں نا۔ جو لے رہے ہیں وہ سوچیں کیا وہ اپاہج ہیں؟ کیا وہ معذور ہیں؟ نابینا ہیں؟ ہاتھ شل ہو گئے؟ پیر ٹوٹ گئے؟ کیا مصیبت آ گئی ہے، تمہارے لیے کیا جواز ہے؟ ارے غیرت مندی پیدا کرو، تم مرد ہو عورت نہیں ہو، اپنے اندر عورتوں کی سی صفات پیدا نہ کرو، مردانگی کی صفات پیدا کرو۔ مرد کھانے والا نہیں، کما کر کھلانے والا ہوتا ہے، ہمیں تو اولیائے کرام نے یہی سکھایا ہے۔

آج ہم۔ ان بزرگوں کی سرپرستی میں یہ عظیم کانفرنس منا رہے ہیں، عزیزو! یہ آقاؤں سے وابستہ ہیں، ہم ان بزرگوں سے وابستہ ہیں انھوں نے کیا سکھایا۔ ان کا طریقہ تو یہ تھا کہ ایک شخص نے بزرگ سے دعا کی گزارش کی کہ حضرت میں کاروبار کی اجازت چاہتا ہوں، اجازت دیدی، پھر اس کو کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ مسجد میں بیٹھا تسبیح پڑھتا ہوا نظر آ رہا ہے، کہا بھائی تم نے جانے کے لیے پوچھا تھا پھر یہاں بیٹھ کر کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا حضرت راز سمجھ میں آ گیا، کہا جناب کون سا راز سمجھ لیا تم نے؟ کہا میں سفر کر رہا تھا، میں نے راستہ میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، دیکھا کہ ایک چڑیا ہے پرندہ ہے، آنکھوں سے اندھا ہے پروں میں پرواز کی طاقت بھی نہیں، بڑا کمزور و اپاہج تھا۔ میں نے سوچا کہ یہاں یہ کھاتا کیسے ہوگا؟ پیتا کیسے ہوگا؟ کچھ دیر کے بعد ایک اور پرندہ کو دیکھا جو اڑتا ہوا آیا اور اپنی چونچ میں کچھ کھانے کی چیز لایا اور اس کے سامنے ڈال دیا، یہ نہیں کھا سکتا تھا کیونکہ اندھا ہے، وہ اپنی چونچ سے اس کے منھ میں ڈالتا رہا، کھلاتا رہا، اڑ کے جاتا تھا اور لا لا کر کھلاتا تھا۔ مجھ کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو خدا اِس پرندہ کو یہاں کھلا سکتا ہے تو وہ مجھے اپنے مقام پر بھی کھلا سکتا ہے، اس لیے پلٹ کر آ گیا ہوں۔

ہم نے سبحان اللہ کہا نا، کہ بھائی کیا اچھی سوچ مل گئی۔ مگر اس مربی برحق نے کیا جواب دیا، اس اطالیق نے کیا کہا، اس مرشد لاثانی نے کیا کہا کہ میاں! تمہاری نظر اس پرندہ پر پڑی، اُس پرندہ پر کیوں نہ پڑی؟ تم نے اپاہج پرندہ کو دیکھا کہ اس کو دوسرا پرندہ کھلا رہا ہے اور لا کر کھلانے والے پرندہ کو کیوں نہ دیکھا؟ ارے وہ اڑ اڑ کر دوسرے کو بھی کھلا رہا ہے اور خود بھی کھا رہا ہے۔ ارے تم اس کے جیسا بننا چاہو کہ جو کما کر خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، اس کی طرح نہ بنو جو دوسروں کا محتاج بنا ہوا ہے۔

عزیزان محترم! یہ مانگنا، یا مطالبہ کرنا بہت غلط رسم ہے اور یہ غیروں کے حوالے سے ہمارے سماج کا حصہ بنی ہوئی ہے، اسلامی سماج کبھی بھیک مانگنے والا سماج نہیں رہا، ہم کو کبھی گداگر نہیں بنایا گیا، ہمیں ہر وقت کما کر کھلانے والا بنایا گیا، نبیوں کے سردار علیہ السلام کے صحابہ والا مزاج دیکھو! مکہ مکرمہ سے مسلمان نکلے ہیں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، حضور پاک نے اسلام میں ان کو بھائی بھائی بنا دیا، مساوات قائم کر دی، اس کے بعد وہ اپنے گھر کو لے گئے اپنے بھائی کو، مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجر کو، مدینہ منورہ کے رہنے والے انصار میں سے ہر ہر ناصر نے اپنے گھر لے جا کر کہا بھائی ہو چکے ہو، میری یہ دولت ہے میں اس کو تقسیم کرتا ہوں آدھی تم لے لو، آدھی میں

رکھتا ہوں۔ جس کے دو بیبیاں تھیں، تین بیویاں تھیں شریعت میں چار تک جائز ہیں، انھوں نے کہا کہ میری بیویاں ہیں تم یہاں شادی کرنا چاہو گے، تم نئے نئے ہو شاید کہ تم میں سے کوئی نکاح کے سلسلے میں پیش قدمی نہ کرے، ہم تم کو ایسے ہی رہتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ہماری بیویوں میں سے کسی کا انتخاب کرلو، ہم ان کو طلاق دے دیں گے اور عدت گزارنے کے بعد پھر تمہارا اُن سے نکاح کرا دیں گے۔ انھوں نے جب یہ سنا، ایثار کے جذبہ کو ملاحظہ کیا تو کہا، اللہ تمہارے مال میں بھی برکت دے اور تمہارے عیال میں بھی برکت دے، تمہارے گھر میں بھی برکت دے۔ آپ نے تو اپنی محبت کا ہدیہ پیش کردیا، لیکن ہمیں بھی وہی کرنا چاہیے جو ہمارا فریضہ بنتا ہے۔

کہا کہ ہم تمہارے محتاج بن کر تمہارے ساتھ تمہارے مال میں حصے دار بنا یوں ہی نہیں چاہیں گے، شکریہ اللہ جزائے خیر دے، ہمیں بازار کی طرف لے چلو کیونکہ ہمیں مارکیٹ کا پتہ نہیں، ہم دنیا کے اندر ایک مثال قائم کرنا چاہتے ہیں کہ مصطفیٰ نے جس کو بھائی بھائی بنایا تو وہ اپنے بھائی کا محتاج بن کر نہیں رہا، اُس کے گھر میں رہ کر بھی اس نے اپنا گھر بنالیا، اپنا گھر بسالیا، کہا کہ مجھے بازار لے چلو، بازار کا پتہ بتایا، انھوں نے تجارت شروع کی، شام کو گھر لوٹے تو نفع لے کر آئے، پھر اس کے بعد مختصر سا عرصہ گزرا کہ انھوں نے شادی بھی کرلی وہیں پر اور مالدار بھی ہو گئے۔

عزیزو! اس طرح اسلام ذہن دیتا ہے کہ ہم سنی مسلمان سنیت کو بھی سمجھیں، اگر مصطفیٰ جانِ رحمت کی سنتوں پر چلیں گے تو ہماری سنیت کا ثبوت یقیناً لوگوں کے سامنے آئے گا، اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ کوئی تم میں سے اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے، میری شریعت کے تابع نہ بن جائے۔ تب کہیں جا کر وہ کامل مومن ہوگا، سنتوں پر عمل کر کے ہی ہم اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادات و معاملات میں سنتوں کا اس قدر اہتمام کیا اور مرنے کی تلقین کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے لونگ پیش کیے اور وہ طاق عدد میں نہ تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے صوفی کو سنت طریقہ نہیں معلوم، طاق عدد کے لحاظ سے پانچ یا سات لونگ کے دانے رکھے ہوتے تو ضرورت بھی پوری ہوتی اور سنت کا ثواب بھی ملتا۔ تو ہمیں عام معاملات میں بھی سنتوں کا لحاظ کرنا چاہیے یہاں تو بطورِ خاص عقد نکاح کہ یہ وہ معاملہ ہے کہ جس سے دو اجنبی ایک ہونے والے ہیں، جس سے اولاد کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے، خاندان بسنے والے ہیں، بستیاں آباد ہونے والی ہیں، قوم و ملت کو بہترین مربی ملنے والے ہیں، امن پسند شہری ملک کو ملنے والے ہیں، ایسے موقع پر ہم سنتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟

پہلی بات تو مطالبات والی ہرگز جائز نہیں، اللہ کے حبیب نے منع فرمایا، اس لیے اب ہمیں یہ طے کر لینا ہے کہ کبھی بھی کسی کے سامنے ہم ہاتھ نہیں پھیلائیں گے، بھیک مانگیں گے نہیں، ہماری مائیں بھی یہ طے کرلیں کہ کبھی بھی اپنے بچے کی شادی کے موقع پر دلہن والے سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کریں گے، کھانا آپ کھاتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمیں یہ کھلایا جائے، ارے فقیر بھی کبھی کوئی ایسے انداز سے مطالبہ نہیں کرتا، یہ کہاں کی شان ہے؟ مہمان آپ لاتے ہو اور کہتے ہو کہ فلاں چیز کھلائی جائے، ارے دوسروں سے بھیک مانگ کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کا تصور، یہ اسلامی تصور ہے؟ یہ انتہائی اخلاقی پستی کی بات ہے اور جن کی اخلاقی پستی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا ہے وہی یہ سوچتے ہیں، اپنی اخلاقی پستی کو مٹاؤ اور اخلاق میں بلندی پیدا کرو، کہ دوسرے سے یہ کہیں گے نہیں کہ ہمیں یہ کھلایا جائے، اگر کوئی پیش بھی کرے تو کہنا چاہیے کہ آپ کیوں زحمت فرما رہے ہیں، یہ تو طریقہ ہمیں اسلام نے دیا ہے، یہ نہیں کہ ہمیں یہ کھلایا جائے اور وہ کھلایا جائے، مطالبہ کھانے کے حوالے سے بھی نہیں ہونا چاہیے کہ فلاں اور فلاں چیزیں ہوں، اگر کسی نے ضیافت کی ہے تو آپ کو قبول کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، لیکن آپ کا اپنا یہ مطالبہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے اور اتنے افراد لائیں گے، آپ کسی کے پاس دعوت کے حوالہ سے یہ بھی کنڈیشن نہیں لگا سکتے، شریعت کے احکام کے لحاظ سے اور مطالبہ کسی بھی شکل کا کرنا جائز نہیں۔

اب اس کے بعد جب رشتہ طے کرنے کا ماحول اور نوبت آئے تو مطالبہ حرام، اب انتخاب کے موقع پر بھی یاد رکھئے گا کہ انتخاب میں معیار کس کو بنانا چاہیے، آج مختلف اعتبارات سے ہم لوگ اپنے رفیق

حیات کے انتخاب کے لیے سوچتے ہیں کہ فلاں اور فلاں چیزیں درکار ہیں، لیکن عزیزو! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کسی لڑکی سے رشتۂ نکاح کرتے وقت کبھی ہم نے اس کو بھی مقدم کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت اس بچی کو آتی ہے کہ نہیں؟ احادیث مبارکہ اس کو کتنی یاد ہیں، مسنون دعائیں اس کو کتنی یاد ہیں، اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کا کچھ علم ہے بھی یا نہیں؟ معمولات اہل سنت کی پابند ہے کہ نہیں؟ ان چیزوں کو تو ہم نے بالائے طاق رکھ دیا ہے، رنگت کا معیار ہم سامنے رکھتے ہیں، کہ اس رنگ کی ہونی چاہیے، دنیوی تعلیم یہ ہونی چاہیے، یہ ڈگریاں ہونی چاہیے، خاندان مالداروں کا گھرانہ ہونا چاہیے، تاکہ نہ بھی مانگیں تو ایسے ہی مل بھی جائے، شرط نہ لگائی جائے، لیکن بہرحال رشتہ وہیں سے کیا جارہا ہے جہاں سے خوب ملتا ہے، یہ بھی سوچ کی غلطی ہے، یہ بھی فکر کی کجی اور کجی ہے، اس سے بھی بالاتر ہونا چاہیے۔

اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تُنْكَحُ الْمَرْءَ ةُ لِاَرْبع چار وجوہات سے کسی عورت سے نکاح کیا جاتا ہے (۱) اِمَّا لِمَالِهَا (۲) اَوْلِجَمَالِهَا (۳) اَوْلِحَسَبِهَا (۴) اَوْلِدِيْنِهَا یا تو مال کو معیار بنایا جاتا ہے، یا تو خوبصورتی کو معیار بنایا جاتا ہے، یا تو حسب کو معیار بنایا جاتا ہے، یا دین داری کو معیار بنایا جاتا ہے۔ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ۔ تم دین دار کو ترجیح دو۔ تَرِبَتْ يَدَاكَ تم کو بھلائی ملے گی۔ ظاہری اعتبار سے ہاتھ میں خاک بھی آئی اور اُدھر مالداروں کو اختیار کرنے سے سونا بھی آتا ہے، تب بھی تم اُس سونے کو نہ دیکھو، اگر خاک بھی ہاتھ میں آئے تو پرواہ نہ کرو، اللہ خاک کو کیمیائی صلاحیتوں سے مالا مال کر کے تمہارے لیے سونا بنانے پر قادر ہے۔ تم فکر نہ کرو، دین داری کو ترجیح دو، اس لیے کہ وہ دین دار ہوگی تو پرورش پانے والی اولاد بھی دین دار ہوگی۔ اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات بتلائی، پھر اس کے بعد رشتہ کا انتخاب لڑکی کے حوالے سے دین دار ہونا چاہیے۔

اب بچی کے لیے شوہر کیسا تلاش کریں، محبوب دو جہاں علیہ السلام فرماتے ہیں: اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْہ۔ جب تمہارے پاس کسی ایسے لڑکے کا رشتہ آئے، تمہاری بیٹی کے لیے، تمہاری بہن کے لیے، تمہاری پوتی نواسی کے لیے، جو بھی اس کا ذمہ دار ہے اس کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ کر کے فرمایا کہ اگر ایسا کوئی پیغام آئے، جس کے اخلاق سے تم مطمئن ہو، دین داری سے تم مطمئن ہو، اچھا دین دار ہے، اخلاق والا ہے، کردار والا ہے، لیکن مالی اعتبار سے مضبوط و مستحکم نہیں، دنیا کے وسائل اوروں کے پاس جیسے ہیں ویسے اس کے پاس مہیا نہیں، مگر ہے اخلاق والا، کردار والا ہے، صداقت والا ہے، دیانت والا ہے، کیا کرنا چاہیے؟ فَزَوِّجُوْہ۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں کہ اس کا نکاح کرادو، اس رشتہ میں پس و پیش نہ کرو، تردد اور تامل نہ کرو، فوراً آگے بڑھو اس کے لیے، بھلائیاں تمہاری زندگی میں آئیں گی، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْ اگر تم نے ایسا نہ کیا وَاِلَّا تَفْعَلُوْا مناسب رشتہ آیا تھا دین و اخلاقی اعتبار سے، لیکن تم نے رجیکٹ (Reject) کر دیا، تم نے نظر انداز کر دیا، اس کے بعد تم دوسرے معیار پر اترنے والے کو ڈھونڈتے رہے تو کیا ہوگا؟ فرمایا: تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ۔ اگر تم نے وہاں غلطی کی، ابھی شادی کی بات نہیں، شادی سے پہلے انتخاب کے موقع کی بات بتلا رہے ہیں آقا، اگر تم نے اس انتخاب کو نظر انداز کیا جس کا انتخاب میں نے کیا تھا، اخلاق والا ہو تو چن لو، دین والا ہو تو چن لو، مذہب حق والا ہو تو چن لو، مسلک اور مشرب حق والا ہو تو چن لو، اگر تم نے پھر بھی اس کو پسند نہیں کیا، تو فساد بھی ہوگا، بگاڑ بھی آئے گا اور فتنے بھی رونما ہوں گے۔

اور فتنے کہاں ہوں گے، جس بستی میں تم نے رشتہ نہیں کیا وہاں ہوں گے، تو پھر بھی سمجھتے تھے کہ مثال کے طور پر اس خطہ میں، اگر یہاں والوں نے انتخاب میں غلطی کی تھی تو اس بستی میں فتنہ آئے گا، تو ہم سمجھتے تھے کہ اس بستی سے ہم نہیں ہیں بہت بڑی طاقت ہے اس فتنہ کو دبا دیں گے، مگر میرے آقا نے فرمایا: تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ۔ کہ وہ فتنہ وہاں نہیں ہوگا، پوری دنیا میں پھیلے گا اور فساد بھی صغیر نہیں ہوگا بلکہ کبیر ہوگا، بڑے پیمانے پر ہوگا اور انتہائی وسیع پیمانے پر بگاڑ پھیلے گا وہ کیسے؟ اگر تم نے تاخیر کی اس کے بعد تم نے یہ کہا کہ نہیں ابھی ٹائم ہے، اچھا اور ہمارے حساب سے جس کو ہم سمجھتے ہیں وہ تلاش کریں گے، تاخیر ہوگئی، اگر بچی کا قدم بہک گیا، اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے، اگر کسی کا وہ شکار بن جائے، تو عزیزانِ محترم! پھر نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ تو اللہ کے محبوب علیہ السلام نے فرمایا بڑا فساد آئے گا۔

آج عزیزو! ملک ہند کے حالات بھی سامنے ہیں ہمارے اور عالمی منظر نامہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، میڈیا خبریں نشر کر رہا

ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے کتنی ہماری ایسی بیٹیاں ہیں کہ عقد نکاح میں کئی رکاوٹیں مسلسل آرہی تھیں جس کے باعث وہ اپنا مذہب تبدیل کر کے نعوذ باللہ برگشتہ ہو کر مرتد ہو کر، بے دین ہو کر دوسروں سے نکاح کر رہی ہیں، کسی کی بھی بیٹی ہوگی مگر مسلمانوں اپنے گھر کی بیٹی سمجھو، ہمارا گھر برباد ہو گیا، کس چیز کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ یہ بزرگوں نے جو آج آپ کو جمع کیا ہے، ایک درد ہے اس کے پیچھے، تڑپ ہے اس کے پیچھے، اُس تڑپ اور درد کو محسوس کرو، اس لیے کہ ہمارے خاندان برباد ہو رہے ہیں، نسلیں تباہ و تاراج ہو رہی ہیں اور آج یہ عام کوشش ہو رہی ہے کہ ان کی بچیوں کو کسی طرح بہکاؤ، کالجوں میں ان سے تعلق پیدا کیے جا رہے ہیں کیوں؟ جب ہم لوگ رشتہ کے سلسلے میں بچیوں کو دیکھنے جاتے ہیں تو اس کو مختلف اینگل سے دیکھتے ہیں، اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے مگر یہ ذرا سا فرق ہے، یہاں ذرا نقص ہے، یہاں ذرا عیب ہے، بال ذرا کم ہیں، فلاں فلاں جہتوں سے دیکھ کر کہیں نہ کہیں عیب لگا کر نکل جاتے ہیں اور اس بے چاری کا دل شکستہ ہو جاتا ہے، اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔

ہم کالجز میں اور یونیورسٹیز میں پڑھنے والوں اور پڑھنے والیوں کو جانتے ہیں، ان کے درمیان ہمارے لیکچر اور خطابات ہوتے ہیں اور سوالات براہِ راست ان سے کرتے ہیں، کبھی کبھی ان سے ہم نے یہ بھی پوچھا کہ آخر تمہارے قدم بھٹکے کیوں؟ تم غلط راہ پر چلے کیوں؟ تو بعض بچیوں نے یہ کہا کہ حضرت کیا کہیں ہم، یقیناً ہم نے بڑی غلطی کی ہے مگر اس غلطی کے پیچھے ایک سبب بھی تھا، کیا سبب تھا؟ کہنے لگیں جب ہمارے گھر ہمارے رشتے کی بات ہوتی تو دیکھنے کے لیے مختلف لوگ آیا کرتے تھے، ایک بار نہیں ستر مرتبہ بھی دیکھ کر یہی کہتے کہ اس کا چہرہ ایسا ہے، یہ موٹی ہے، کوئی کہتا یہ دبلی ہے، کوئی کہتا کہ کچھ ہے، ستر مرتبہ ہر ایک کے سامنے یہی سننا پڑا کہ یہ اچھی نہیں ہے، دل ٹوٹ گیا کہ اس دھرتی پر کوئی بھی ایسا نہیں جو ہمیں اچھی کہہ سکے، ہم کالج میں پڑھ رہی تھیں، ایک غیر مسلم نے دیکھ کر کہا بڑی اچھی لگ رہی ہو، فوراً ہمارا دل اس کے پیچھے چلا گیا۔ اگر چہ کہ یہ حرام ہے کہ وہ اس بنیاد پر تعلق قائم کی ہے۔

لیکن عزیزو! میں بولنا یہ چاہ رہا ہوں کہ جانے کے پیچھے کیا سبب تھا، یہ بھی تو دیکھو تا کہ تم ان سببوں پر روک لگا سکو، ان کا تدارک کر سکو، ان سببوں پر قدغن لگا سکو، اگر اسباب ہمارے پیدا کردہ ہیں تو ہم اسباب کو مٹائیں گے، تو بہتر نتیجے سامنے آئیں گے، ہم اچھے نتیجے کی توقع رکھتے ہیں لیکن برے نتیجوں کے اسباب ہمارے اپنے بنائے ہوئے ہیں، اسباب بھی قائم رہتے ہیں برائی کے، اور لطائف کی ہم توقع رکھتے ہیں، ہم بیج بو رہے ہیں برائی کا اور توقع رکھتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے اناج حاصل، اس کے ذریعہ کوئی دوسرا غلہ حاصل کریں، چاول حاصل کریں، کیسے حاصل ہوگا وہ؟ جو بو رہے ہو وہی تو کاٹو گے، ہم نے بداخلاقی کے بیج بوئے ہیں تو اس سے حسن اخلاق کے پودے کیسے نکلیں گے، خیال کرو۔ اس طرح سے ہماری بچیاں برباد ہو رہی ہیں، اس بربادی کے پیچھے کون سبب بنا ہے؟ تم اور ہم سبب بنے ہیں۔ **(جاری)**

☆☆☆

☆ رکن الثقلین فاؤنڈیشن، قصبہ لکھرالہ، ضلع بدایوں (یوپی)

انوارالمشائخ حضرت سید انوار اشرف اشرفی ابن سید مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی کا وصال

انوارالمشائخ حضرت مولانا الحاج سید انوار اشرف اشرفی الجیلانی ابن سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی (سرکار کلاں) کچھوچھہ شریف کی معروف ومقبول دینی و مذہبی شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے رشد وہدایت کا سلسلہ ہندوستان سے لے کر بیرون ہند بالخصوص بنگلہ دیش تک دراز ہے۔ بنگلہ دیش میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے چاہنے والے اور مریدین ہیں۔ وہاں ہر خاص و عام میں بڑے مقبول اور محترم تھے۔ آپ کی ولادت یکم جون ۱۹۵۳ کو کچھوچھہ شریف میں ہوئی اور وفات بروز شنبہ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۵ کو بنگلہ دیش میں ہوئی۔ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی آپ کے اہل خانہ اور خانوادہ کے ساتھ پوری دنیائے سنیت پر ماتم سا چھا گیا۔ اہل سنت ایک عظیم نقصان سے دوچار ہو گئے۔ پورا خانوادہ یک بیک سوگوار ہو گیا۔ ۳۱ دسمبر کو جسد خاکی بنگلہ دیش سے ہندوستان آیا اور بروز جمعہ یکم جنوری ۲۰۱۶ء کو آپ کی تدفین نم آنکھوں سے دیارِ اشرف یعنی کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی۔ اس عظیم ہستی کے وصال پر ملال پر دنیائے سنیت کی کئی عظیم ہستیوں نے نم آنکھوں اور مغموم دلوں کے ساتھ اظہار تعزیت پیش کیا۔　(اطلاع: حافظ قاری محمد مختار اشرف اشرفی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی)

شخصیات اسلام **اسلاف شناسی**

شیخ عبدالحق محدث کا حدیث نبوی سے شغف

محمد امجد اقبال خاں☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بچپن ہی سے علم حدیث سے گہرا لگاؤ تھا اور جب آپ نے حجاز کے لئے رخت سفر باندھا تو اس وقت بھی آپ کا مقصد حصول علم حدیث ہی تھا۔ حجاز میں علمائے حرم سے بخاری و مسلم کا درس لیا۔ جب آپ کی ملاقات شیخ عبدالوہاب متقی سے ہوئی تو آپ کے دل کی دنیا بدل گئی شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی آپ نے علم حدیث کا فیضان حاصل کیا غرض کہ پورے تین سال حجاز میں گذار کر علم حدیث کی برکتوں سے مالا مال ہوکر ہندوستان واپس آئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب آپ حجاز سے واپس ہوئے تو حدیث کی کتابیں آپ کے سر پر تھیں بڑے ادب واحترام کے ساتھ انہیں ہندوستان لائے اور ان کی ترویج واشاعت کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اور تمام بدعات وگمراہیاں جو باطل قوتوں کے حاوی ہونے کے سبب سماج میں گھر بنا چکی تھیں حدیث نبوی کے ذریعہ انہیں ختم کیا۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نامی کتاب کے مصنف کے بقول:

''شمالی ہندوستان میں اس زمانے میں آپ کا قائم کردہ یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں شریعت وسنت کی آواز بلند ہونے لگی۔ اس مدرسہ کا نصاب تعلیم دوسری درسگاہوں اور مدارس سے مختلف تھا۔ یہاں قرآن وحدیث نبوی کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی''(۱)

ایک روز شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ عبدالوہاب متقی کے درمیان علم حدیث کے تعلق سے گفتگو ہوئی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ

''شیخ عبدالوہاب متقی نے فرمایا علم کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے الحمد للہ اب تم کو خود پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں بدرجہ اتم اس سے مناسبت ہوچکی ہے پوری طرح اس علم (حدیث) کی خدمت سے عہدہ برآ ہو سکتے ہو۔''(۲)

بڑے اصرار کے بعد شیخ عبدالحق ہندوستان واپس آنے کے لیے تیار ہوئے، آتے آتے آپ نے صحیح مسلم کا ایک حصہ جس کے پڑھنے کی درخواست کی گئی تھی پڑھا پھر شیخ نے فرمایا، اب ہندوستان جانے کا ارادہ کرو۔ علم حدیث سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو کس قدر محبت تھی کہ ایک پل بھی وہ خالی نہیں گذارتے، ہمیشہ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ سید احمد قادری لکھتے ہیں کہ

''مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ نے فریضۂ حج ادا کیا اور وہاں کے متعدد مشائخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا لیکن جس شخص نے ان کو محدث دہلوی بنایا اور انہیں کندن بنا کر چمکا دیا وہ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی ذات والاصفات تھی۔''(۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے متعدد نہج پر علم حدیث کی اشاعت فرمائی۔ ذیل میں چند پہلوؤں کی وضاحت کی جارہی ہے!

(۱) تصنیف (۲) تدریس (۳) مذاکرہ (۴) فراہمی کتب حدیث

مشائخ امت اور اکابر اسلام نے علم حدیث کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی تحریروں کا سہارا لیا اور اپنے نوک قلم سے حدیث کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ اگر ہم ان کی اشاعتی خدمات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے درج ذیل صورتیں اختیار کی ہیں۔

اول: منتخب حدیثوں کا مجموعہ کسی خاص عنوان پر تیار کیا تاکہ طالب حدیث کو ایک ہی جگہ اور ایک ہی مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو، مضبوط دلائل اور ساتھ ہی مختلف اسلوب وبیان کی متعدد حدیثیں دستیاب ہوں۔

دوم: حدیثوں کی شرح وتفصیل کی، تاکہ پڑھنے والا بغیر کسی مشقت کے حدیث کے اصل مفہوم اور مقصود نبوی تک بآسانی پہنچ سکے۔

سوم: وہ جعلی وفرضی روایتیں جو معاندین حدیث نے ازراہ عناد اور جاہل صوفیا نے ازراہ خیرخواہی حدیث کے نام پر گڑھ کر ذخیرہ احادیث میں شامل کردی تھیں اور ہمارے محدثین نے تحقیق وتنقید کی غرض سے انہیں جمع کردیا تھا۔ ان کی تنقیح کے لئے اس دور کے علما نے باضابطہ تنقیح وتحقیق کے تعلق سے کتابیں لکھیں تاکہ اصل حدیث کو من گڑھت احادیث سے ممتاز کیا جاسکے اور صحیح وغلط میں امتیاز ہوسکے۔

چہارم: بعض لوگوں نے ضعیف وموضوع روایتوں کی تنقید میں

غلو کیا اور شدت اختیار کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت ساری صحیح وحسن احادیث کو باطل قرار دیا اور موضوع وضعیف حدیثوں کو صحیح وحسن کے درجے میں رکھ دیا۔ بعض محققین نے ان کی تنقیح کی اور اس طرح صحیح وغلط میں تمیز پیدا کرنے کے لئے پیمانہ مقرر کیا۔

پنجم : علوم حدیث کے تمام شعبوں میں، اسماء الرجال اور جرح و تعدیل جو بہت دقیق اور مشکل فن ہے جن پر تحقیقات حدیث کی ساری بنیادیں قائم ہیں اسے بھی انہوں نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا

ششم : مسائل کے اثبات واستدلال کے لئے احادیث سے سہارا لینا یہ تو ایک ضروری اور بنیادی چیز ہے کیونکہ فقہ وسیرت کا تمام تر مدار احادیث رسول پر ہے اس مناسبت سے بھی کتابیں تالیف کی گئیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بھی ان امور کی طرف توجہ فرمائی اور احادیث کی نشر واشاعت کے تعلق سے اس سلسلے کو آگے بڑھایا اور سطور بالا میں جن اسباب ووجوہ کی نشاندہی کی گئی ہے، ان سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

تصنیف: حضرت شیخ محدث نے جعلی وفرضی روایتوں کا احادیث صحیح سے اخراج کو متعدد شروحات وکتب میں ملحوظ نظر رکھا ہے:

(۱) رسالہ شب برأت (۲) ماثبت بالسنه فی الایام والسنه (۳) شرح سفر السعادة (٤) لمعات (٥) اشعة اللمعات وغیرہ میں اس تعلق سے بہت ساری نظیریں اور شواہد دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح مذکورہ کتب میں چوتھی صورت بھی آپ کے پیش نظر رہی۔ (۴) فن اسماء الرجال میں آپ کی متعدد تصنیفات ہیں جس میں سیکڑوں راویوں پر کلام فرمایا ہے۔ مثلاً

(۱) الاکمال فی اسماء الرجال (۲) اسماء الرجال والرواة المذکورین فی کتاب المشکوٰة۔

کوئی مسئلہ کوئی بات اس وقت تک مستند نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے پس پشت کوئی مضبوط دلیل نہ ہو، اس لئے علمائے اہل سنت نے اپنی تحریروں کو مستند کرنے کے لئے کتاب وسنت سے دلائل پیش کیے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی فقہ، تصوف، تذکرہ، سیرت تفسیر، اخلاق اور اوراد واشغال وغیرہ پر جتنی کتابیں لکھیں سب میں احادیث کریمہ کو پہلو بہ پہلو بطور دلیل پیش کر کے اپنی بات کو مستند کیا ہے درج ذیل کتابیں اس قول کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں:

(۱) فتح المنان فی تائیدمذهب النعمان (۲) هداية الناسك الیٰ طريق المناسك (۳) البهيئة فی الحلية الجليلة النبوية (۴) شرح الصدورتفسيرآيت النور (۵) آداب الصالحين (٦) آداب اللباس

لوگ دوسرے علوم وفنون کے سامنے اس علم کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ علم کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو اس کے سوکھے درخت کی جڑوں میں پانی ڈال کر سرسبز وشاداب کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اہم خدمت کی ذمہ داری شیخ عبدالحق کے سپرد فرمائی اور انہوں نے اس علم کے تعلق سے اصول مرتب کیے تا کہ حدیث کو کھرے کھوٹے سے ممتاز کیا جاسکے۔

(۱) رساله اقسام الحديث (۲) مقدمه مشكوٰة المصابيح (۳) اجازة الحديث فی التقديم والحديث

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کثیر تعداد میں حدیثیں جمع کر کے مختصر ومضبوط کتابیں تصنیف فرمائیں بلکہ احادیث ومتون بھی جمع کیے۔ حدیثوں کی شرح وتوضیح بھی کی۔ مسائل دینیہ واخلاقیہ کا استخراج واستنباط بھی احادیث سے کیا، موضوع وضعیف روایات کی توضیح وتنقیح بھی کی، اصول حدیث ومبادیات اصول سے بحث بھی کی، فن اسماء الرجال، فن جرح وتعدیل کو مرکز توجہ بنایا، اس طرح شش جہات میں آپ کا اشہب قلم دوڑتا رہا، ہر میدان میں علم حدیث کا پرچم لہراتا رہا اور علوم حدیث کی اشاعت ہوتی رہی۔

تدریس: آپ کے عہد میں مدارس اسلامیہ بے روح اور خانقاہیں بے نور ہوچکی تھیں۔ علما اور صوفیا خود بھی گمراہ ہورہے تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے تھے۔ مکر وفریب کی فراوانی ہونے لگی تھی قرآن کی باتوں کو سننے والا کوئی نہیں تھا اور حدیث رسول سے محبت کرنے والے دور دور تک نظر نہ آتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب احادیث رسول وعلوم دینیہ کا خزانہ لے کر حجاز سے ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس ہوئے تو آپ نے یہاں کی دینی فضا کو کتاب وسنت کی جلوہ باریوں سے معطر کرنے کی ٹھان لی اور حدیث رسول کی تدریس مختلف جگہوں پر بڑے دھوم دھام سے شروع کی

جگہ جگہ علم حدیث کے مراکز قائم کیے جس سے علم حدیث کی اشاعت میں اور آسانیاں پیدا ہوگئیں، ہندوستان میں بھی حجاز کی طرح علم حدیث کا چرچا ہونے لگا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند درس بچھائی تھی اس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا۔انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھنچ کران کے گرد جمع ہونے لگے۔درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہوگیا۔علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل گجرات سے منتقل ہوکر دہلی آگیا۔گیارہویں صدی ہجری کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئیں ہیں ان کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے یہ سب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا اثر تھا۔''(۴)

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی اپنی تصنیف محدثین عظام میں تحریر فرماتے ہیں: ''شیخ محقق نے دہلی واپس آکر ۱۰۰۱ھ میں حلقہ درس قائم کیا، حضرت شیخ نے ایسا مدرسہ قائم کیا جس نے صرف شریعت وسنت کی حقیقی روح کو اجاگر ہی نہیں کیا بلکہ باطل پرستوں کی ایسی سرکوبی کی کہ دوبارہ پنپنے کا موقع بھی نہ ملا۔دوسری درس گاہوں کے برخلاف اس مدرسہ میں قرآن وحدیث کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطۂ نظر قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔زندگی بھر کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے اور پورے ہندوستان میں آپ کی درسگاہ امتیازی شان کی مالک تھی جہاں صدہا طالب علم بیک وقت تعلیم پاتے اور شیخ کے علاوہ متعدد باصلاحیت علما مدرس تھے اس طرح شیخ کے ہزاروں ایسے باکمال مخلص تلامذہ پیدا ہوگئے جنہوں نے شیخ کی تحریک احیائے سنت و شریعت کو آگے بڑھایا''(۵)

دینی مدارس کا قیام اور مشغلہ درس وتدریس، اشاعت حدیث کا کامیاب ذریعہ ثابت ہوا۔اس کے ذریعہ جہاں علمائے حق، دین دار صوفیا باکمال مدرس ،مخلص مبلغ باذوق خطیب، ماہر مناظرین پیدا ہوئے، وہیں احادیث رسول کے شارحین اور محدثین عظام کی ایک بڑی جماعت بھی تیار ہوگئی۔

شیخ محدث نے جو علمائے حجاز کی برکتیں، فضلائے ماوراء النہر کے کمالات ،حل وحرم کے انوار وتجلیات اور اپنے خصوصی استاذ امام عبدالوہاب متقی محدث حجازی کی شان و شوکت اپنے سینے میں چھپا کر لائے تھے وہ سب اپنے تلامذہ وشاگردوں کے دلوں میں انڈیل دیا، ان کے قلوب واذہان کو بھی تجلیات حدیث سے منور کر دیا اور خدمت حدیث کے جذبات سے کچھ اس طرح لبریز کر دیا کہ وہ سب آپ کے دست وبازو بن گئے اور پھر اشاعت حدیث کا کام جنگی پیمانے پر شروع ہوگیا، اور یہ نہ تھمنے والا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوگیا۔

کتب حدیث کی فراہمی: قدیم محدثین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے پاس کتب حدیث کا ذخیرہ محفوظ رکھتے اس سلسلے میں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً محدثین صرف اپنے حافظہ پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ حفظ کتاب کے نظریہ کے بھی بھرپور حامی تھے۔

یحییٰ بن نصر بن حاجب کا بیان ہے کہ میں ایک بار امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو ایک گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔میں نے عرض کیا، یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ حدیثیں ہیں جن کی میں نے روایت نہیں کی بجز اُن تھوڑی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو نفع ہو۔(۶)

خود امام صاحب کا بیان ہے کہ میرے پاس ذخیرہ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا سا حصہ انتفاع کے لئے نکالا ہے۔(۷)

امام حسن ابن زیاد فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے چار لاکھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں دو لاکھ احادیث وہ ہیں جو انہوں نے اپنے شیخ حدیث حضرت امام حماد سے روایت کی ہیں اور دو لاکھ حدیثیں وہ ہیں جو انہوں نے دیگر مشائخ حدیث سے روایت کی ہیں۔(۸)

حضرت ملا علی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان الامام ذکر فی تصانیفه بضع وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث.(۹)

کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الاثار کا انتخاب کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بزرگوں کے نقش قدم کو اپناتے ہوئے ذخیرہ کتب پر توجہ دی اور متعدد علوم وفنون کی کتابوں کا انبار جمع کیا لیکن آپ کی توجہ عموماً اشاعت حق اور خصوصاً اشاعت علوم حدیث پر تھی اس لئے آپ نے حدیث کی بڑی بڑی کتابیں، سنن، جوامع، مسانید، شروح

،حواشی، جرح وتعدیل ۔اسماء الرجال ۔اصطلاحات وغیرہ پر نادرونایاب مطبوعہ وقلمی مختصر،متوسط کتابیں جمع فرمائیں۔

علاوہ ازیں نایاب وکم یاب کتابوں کی نقل تیار کرنے کے لئے باقاعدہ کاتب مقرر فرمائے تاکہ متعدد نقول تیار ہوجائیں اور بآسانی عوام ان سے مستفید ہوسکیں،قیام حجاز کے زمانے میں اور علمی اسفار علمی میں جہاں جہاں بھی آپ کو شیوخ حدیث سے مواد دستیاب ہوئے وہ لاکر اہل ہند کے لئے مہیا فرمادیا۔اس طرح عرب کی علمی تابانی عجم کی وادیوں تک آگئی اور آپ کے مدرسہ کے طلبہ علما و مدرسین ،مناظرین ،مصنفین براہ راست اس علمی ذخیرہ سے فیضیاب ہوئے اس طرح علم حدیث کی اشاعت میں تدریسی ذریعہ سے بھی آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔

مذاکرہ و مباحثہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ابتدائے عمر ہی سے مذاکرہ ومباحثہ سے یک گونہ دلچسپی ولگاؤ تھا۔ہم سبق ساتھیوں میں علمی بحثیں چھڑ جاتی اور آپ انتہائی گرمجوشی کے ساتھ اس میں حصہ لیتے اس طرح قوت استدلال کا وافر حصہ حاصل ہوگیا تھا۔تکرار و کثرت مباحثہ کے سبب نیز اخاذ طبیعت ،زبردست قوت حافظہ کے باعث آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ بروقت زبان پر آتی اور بڑی سرعت کے ساتھ بیان فرماتے ۔تدریس کے زمانے میں اوقات درس کے علاوہ گاہے گاہے علما وفضلا جمع ہوتے ،اکتساب فیض وعلم کرتے اور ذخیرۂ احادیث پڑھ کر انہیں محفوظ فرماتے۔

کبھی کسی خاص مسئلہ پر علمی بحث کی محفل منعقد ہوتی یا کبھی کوئی اکبری نظریہ کا حامل عالم یا صوفی آتا تو اسے بھی حدیثیں پڑھ کر سناتے اور خالص قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو فرماکر لاجواب کردیتے جس کے مقدر میں ہدایت ہوتی وہ تو راستہ پالیتا اور جس کے نصیب میں گمراہی ہوتی وہ صرف آپ کے علمی اعتراف کے ساتھ واپس لوٹ جاتا۔

اشاعت حدیث کا یہ بھی ایک مؤثر ذریعہ تھا اس سے لوگوں کو فرامین مصطفیٰ ﷺ سننے کا شوق پیدا ہوتا لوگ جوق در جوق آتے اور فیضیاب ہوتے ۔دوسری طرف نئے نئے علما فارغین بھی اس نہج کو اپناتے وہ بھی حدیثیں یاد کرتے اور دوسروں کو سناتے ۔مباحثہ و مذاکرہ میں صرف عقلی و منطقی گفتگو پر اکتفانہ کرتے بلکہ احادیث مصطفویہ کو بھی معرض بحث میں لاتے۔

خلاصہ یہ کہ عاشق رسول محقق علی الاطلاق ،حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تصنیف ،تدریس ،مذاکرہ اور فراہمی کتب حدیث مختلف ذرائع سے علم حدیث کی خدمت واشاعت کا جو عظیم فریضہ انجام دیا،اس کے ذریعہ سے برصغیر میں اشاعت علم حدیث کے باب میں آپ کی شخصیت دڑ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔علم حدیث کے فروغ میں صرف آپ نے تن تنہا علم حدیث کی خدمت انجام نہیں دی بلکہ اپنے پیچھے تلامذہ ومستفدین کی ایسی شاندار جماعت چھوڑی جس نے آپ کی اشاعت حدیث کے مشن کو تحریک کی شکل فراہم کی اور بعد کے عہد میں آپ کے صاحبزادگان وتلامذہ نے آپ کی اس تحریک کو بام عروج پر پہنچایا۔آج علم حدیث کی جو باد بہاری برصغیر میں نظر آتی ہے اس میں دبستان شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے کارنامے مہر درخشاں کی طرح نظر آتے ہیں ۔برصغیر میں اشاعت علم حدیث کا باب شیخ محقق اور ان کے خانوادے پر تلامذہ ومستفدین کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔

مآخذ و مراجع

(۱) حیات شیخ عبدالحق محدث دهلوی ،ص ۱۲۵، خلیق احمد نظامی، ندوۃالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶٤ء(۲) زادالمتقین ،ص ۲۳۰،شیخ عبدالحق محدث دهلوی،قومی کونسل برائے فروغ اردو،۲۰۰۹ء(۳) تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دهلوی ،ص ۳۷،سید احمد قادری،شاد بك ڈپو پٹنه (۴) حیات شیخ عبدالحق محدث دهلوی ،ص،٤٣، خلیق احمد نظامی ،ندوۃالمصنفین دهلی۱۹٦٤ء(۵) محدثین عظام ،حیات وخدمات ،عاصم اعظمی ،ص ٦٢٨، رضا اکیڈمی ،ممبئی ۲۰۰۹ء (٦) مناقب الامام الاعظم للموفق بن احمد المکی،ص ۱۰۵،مرکزاهل السنة برکات رضا گجرات ۲۰۱۲ء(۷) مناقب الامام الاعظم للموفق بن احمد المکی،ج ۱،ص ۹۵، مجلس دائرۃالمعارف النظامیه حید رآباد،۱۳۲۱ھ(۸)حواله مذکورص ۹٦(۹) مناقب امام اعظم بحواله جامع الاحادیث ،ص ۲۵۲،محمد حنیف خاں ،امام احمد رضا اکیڈمی بریلی ۲۰۰۱ء

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی ۔۶۲
09783006786

نقوش رفتگاں

محبوب العلماء مولانا محبوب رضا روشن القادری

مولانا فیروز عالم بخت القادری ☆

سادگی، بے ریائی، خوش روئی، خوش مزاجی، خوش کلامی، خوش اخلاقی، عاجزی، انکساری، نفاست، لطافت، حلاوت، دینی حمیت وحرارت اور عالمانہ وقار، تمکنت کے اجزاء وعناصر سے جو پیکر جمیل تیار ہوا ہے، اسی کا نام محبوب العلماء مفتی محبوب رضا روشن القادری ہے۔

مولانا الحاج الشاہ مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریروی کی شخصیت بزم علم وشعور اور انجمن عشق وعرفاں میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک مفتی وقاضی، قادرالکلام شاعر ونا قد، بلند پایہ مصنف وقلم کار، بے مثال ادیب ونقیب اور پرسوز مصلح واعظ کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت سرزمین پوکھریرا شریف، ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی اور اسی سرزمین پر آپ کا مزار پرانوار ہے۔

محبوب العلماء روشن القادری علیہ رحمۃ الباری نے احیاء دین، احقاق حق، ابطال باطل اور بالخصوص نعتیہ شاعری کے توسط سے عشق مصطفےٰ کے فروغ میں نمایاں اور قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ کتاب نہیں لائبریری اور، فرد نہیں تنہا انجمن تھے۔ وہ پیر طریقت تھے، رہبر شریعت تھے، مفتی وقاضی تھے، شاعر وحکیم تھے، مبلغ تھے واعظ تھے، خطیب تھے، مصلح تھے، مفکر تھے مدبر تھے، محرر تھے مقرر تھے مصنف تھے مؤلف تھے، صاحب اخلاق تھے پیکر اخلاص تھے، دانا تھے بینا تھے، دور اندیش تھے، نباض تھے، سخی تھے فیاض تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے علمی، ادبی وفنی حقائق ومعارف کا صحیح وجدان اہل بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔ راقم الحروف جیسے کم علم وکوتاہ نظر میں وہ خوبی وہ کمال کہاں۔

حدودِ عشق کی منزل خدا جانے کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

اس لئے اپنی طرف سے کچھ نہ کہہ کر ذیل میں ان شخصیتوں کے تأثرات وآراء زینت قرطاس کرتا ہوں جسے ان اصحاب وفکر ونظر اور صاحب زبان وقلم حضرات نے محبوب العلماء روشن القادری قدس سرہ کے علم وفضل، شرف وکمال، جود ونوال، شعر وسخن، فکر ونظر، تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت، درس وتدریس، فقہی بصیرت، افتاء وقضا، اخلاق واخلاص اور دینی خدمات کے تعلق سے برجستہ قلم بند فرمایا ہے اور اظہار خیال کی گل کاریوں سے قارئین کے مشام جاں کو معطر بار کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے خانقاہ عالیہ مارہرہ مقدسہ کے چشم وچراغ اور سجادہ نشیں، حضرت سید شاہ حسنین میاں نظمی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔

حضرت نظمی میاں حضرت محبوب العلماء کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

''ہمارے دور کے ایک معروف عالم دین ہیں محترم محبوب رضا روشن القادری جو دیکھنے میں نہایت ہی دبلے پتلے کمزور سے انسان ہیں مگر درحقیقت علم وفضل کا ہمالہ ہیں۔ آپ نہ صرف خود ایک جید عالم ہیں بلکہ عالم گر ہیں۔ ممبئی کے مشہور ومعروف دار العلوم فیضان مفتی اعظم کے شیخ الحدیث اور دار الافتاء کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔ نعت گوئی کی بنیادی کوالی فیکیشن یعنی جذبہ عشق رسول ﷺ مفتی صاحب کے رگ وپے میں رچا بسا ہے۔ الفت وعقیدت کی یہ میراث انہیں اپنے والد مفتی عظیم الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملی۔ منظر اسلام بریلی شریف کے تعلیمی پس منظر نے مشاہدات ومحسوسات کے دودھارے خنجر مزید صیقل کیا، درس وتدریس کے برسہابرس کے تجربے نے علمی صلاحیتوں کو نئی جلا بخشی، اور علم وفضل اور تجربے کی آنچ میں تپ کر جب محبوب رضا میدان عمل میں اترے تو دنیائے سنیت نے انہیں آگے بڑھ کر گلے لگایا۔''

یہ اس عبقری شخصیت کا تأثر ہے جو اپنے وقت کا رازی وغزالی اور رومی ہے۔ جو شریعت وطریقت کا جامع اور ہزاروں علماء ومشائخ کا مرشد ورہنما ہے۔ جو غوث پاک کی اولاد اور خاندان برکات کا چشم وچراغ ہے۔ حضرت نظمی میاں کی تحریر پرتنویر کے آئینے میں حضرت محبوب العلماء کے سراپا کو بحسن وخوبی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور آنکھ بند

کر کے اس بات کا اقرار بھی کہ بلا شبہ حضرت محبوب العلماء ایک جید عالم دین غواص، بحر معرفت اور علوم و معارف کے نیر تاباں تھے۔

سر دست حضرت نظمی میاں قدس سرہ کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ ''علامہ روشن القادری نے عین العروض کے نام سے فن شاعری پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں عروض کے اصولوں پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح علامہ محبوب رضا شاعر ہونے ساتھ ساتھ شاعر گر بھی ہیں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے علامہ موصوف کے کلام پر اظہار رائے کا موقع ملا۔ امید قوی ہے کہ علامہ روشن القادری کا یہ مکمل نعتیہ دیوان ارباب ذوق کے حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔'' (بحوالۂ گلدستۂ کلام روشن)

ادیب شہیر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا شبنم کمالی رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے عالم دین اور شعر و سخن کے بے تاج بادشاہ گذرے ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت محبوب العلماء کے علم ادب اور خداداد قابلیت وصلاحیت کو اپنے قلم کا خراج پیش فرمایا ہے:

''محبوب العلماء حضرت مولانا مفتی محبوب رضا روشن القادری دامت خلوصہ ایک جامع اوصاف حمیدہ شخصیت کا نام ہیں۔ ان کی اب تک کی زندگی نہایت مصروفیت و مشغولیت کے ساتھ گذری ہے۔ وہ اپنی ذات واحد میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ تعمیری تنظیمی، اصلاحی، اخلاقی، علمی اور ادبی کارناموں کو انجام دیتے ہیں۔ ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ تصنیف ہو یا تالیف، تقریر ہو یا تحریر، فتویٰ نویسی ہو یا مضمون نگاری، شعر و شاعری ہو یا علمی مباحثے ہوں یا مذہبی مناظرے ہر ایک کے ساتھ ان کی وابستگی اس طرح رہتی ہے جس طرح جسم کا تعلق روح کیساتھ ہو۔ درس و تدریس تو اُن کی روحانی غذا ابتدائے فراغت سے آج تک رہی۔''

(بحوالہ تقریظ گلدستۂ کلام روشن)

مذکورہ تأثرات سے یہ حقیقت آشکار ہو کر سامنے آتی ہے کہ محبوب العلماء علوم و معارف کے کوہ ہمالہ کا نام علامہ روشن القادری ہے۔ اعلیٰ حضرت کی توجہ اور مفتی اعظم ہند کی کرامت کا نام علامہ روشن القادری ہے۔ شعر و سخن کے زلف برہم کو سنوارنے ونکھارنے والی ادیب و نقاد شخصیت کا نام علامہ روشن القادری ہے۔ دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں کرنے والے محبّ رسول کا نام علامہ روشن القادری ہے۔ فکر و فن کے اجالوں کی سوغات تقسیم کرنے والی شخصیت کا نام علامہ روشن القادری ہے۔ عقیدت و محبت کی شمع روشن کرنے والے سنہرے چراغ کا نام علامہ روشن القادری ہے۔

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا
کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا

حضرت الحاج الشاہ مفتی شاکر حسین سیفی مصباحی مدظلہ العالی جماعت اہل سنت کے نامور عالم دین، قادرالکلام شاعر، لاجواب نقاد وادیب، آسمان خطابت کے ماہ منیر حاضر دماغ مفتی و قاضی اور دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا کے صدر مفتی و شیخ الحدیث ہیں۔ آپ کا خامہ سیال محبوب العلماء علامہ روشن القادری قدس سرہٗ کے تعلق سے یوں گوہر فشانی کرتا نظر آتا ہے:

''علامہ روشن القادری کی ذات کثیر الجہات اور گوناگوں صفات کی حامل ہے۔ آپ جہاں ایک جلیل القدر عالم دین، کہنہ مشق مدرس، قابل اعتماد مفتی، زینت مسند قضاء اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہیں میدان شعر و سخن کے شہسوار بھی ہیں۔ آپ فقط رسمی شاعر نہیں بلکہ ایک فنی شاعر ہیں۔ شعر گوئی میں جس فن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، وہ فن عروض ہے۔ اگر کوئی شاعر اس فن کو مکمل طور پر حاصل نہ کر سکے تو کم از کم اتنی بصیرت لازمی ہے کہ کوئی شعر خلاف قانون و ضابطہ نہ ہو، ورنہ وہ شعر گوئی کی ڈگر میں سلامتی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ آج کل شعراے کی غالب اکثریت اسی فنی بصیرت اور طبیعت کی موزونیت کے دم پر شعر سازی کرتی ہے اور اصل فن سے کوسوں دور، مگر علامہ روشن القادری اس فن کے نہ صرف کتاب خواں ہیں بلکہ صاحب کتاب بھی ہیں۔ آپ کی تصنیف بنام عین العروض چھپ کر اہل فکر و فن سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہے۔''

(بحوالۂ علامہ روشن القادری بحیثیت شاعر گلزار قدس)

دنیائے سنیت کی ایک معروف شخصیت جو پیر طریقت بھی ہیں، نیر فلک و خطابت بھی ہیں اور شاعر بھی ہیں یعنی حضرت ڈاکٹر جوہر شفیع آبادی۔ آپ کا قلم حق رقم بارگاہ محبوب العلماء میں یوں گہر ریز ہے:

''محبوب العلماء محبّ الفقراء قاضی شریعت حضرت علامہ الشاہ مفتی محبوب رضا روشن القادری دنیائے شعر و ادب کی ایک قد آور پر وقار عبقری شخصیت کا نام ہے جس کے صحت مند ادبی شعور میں زبان کی

شگفتگی انداز بیان کی چاشنی ،ندرت جدت تازگی ونزاکت ونفاست میں سادگی کے ساتھ ندرت کی پرکاری وحوصلگی کی ایک پاکیزہ روایات چشمۂ آب حیات بن کر رواں دواں نظر آتی ہے۔ جودوسرے شعراء کے یہاں خال خال ہی نظر آتی ہے۔شاعری میں لحاظ شریعت اور پاس شریعت کی شاعری کا جلوہ و جمال دیکھنا ہوتو علامہ روشن القادری کی شاعری ضرور یاد آئے گی۔ جہاں امام اہل سنت مجدددین اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شاعرانہ رنگ وآہنگ علامہ کی قادرالکلامی پردال ہے۔

مندرجہ بالاعبارتوں کی صداقت اپنی جگہ مسلم ہے اور یہ بھی ایک اظہر من الشمس صداقت ہے کہ بہار کی اردوادب کی تاریخ جمال روشن سے روشن فروزاں ہے۔‘‘

(بحوالۂ علامہ روشن القادری شاعرگلزارقدس)

حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی کا شمار قدآور علمی وادبی شخصیتوں میں ملتا ہے۔آپ آفاقی فکر ونظر کے پیکر سوادِاعظم کے علم بردار،ادیب زہرہ نگار،خطیب فلک وقار، لاجواب خطیب وقلم کاراور جامعہ اکرم العلوم مرادآباد کے سربراہ اعلیٰ اور شیخ الحدیث ہیں ۔مفتی صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

’’جب میں اس علمی وادبی زاویہ سے مخدوم ابن مخدوم علامۃ الدہر، فہامۃ العصر حضرت علامہ مفتی محبوب رضا روشن القادری مدظلہ العالی کو دیکھتا ہوں تو یہ امروز روشن کی طرح واضح نظر آتا ہے کہ علامہ موصوف صرف شاعر ہی نہیں بلکہ استاذ شاعر ہیں ،صرف ادیب ہی نہیں مکمل ادیب ہیں،صرف عالم ہی نہیں بلکہ علامہ عروض ہیں، بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ذرہ برابر بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ علامہ موصوف جہاں علوم شریعت وطریقت میں نابغہ روزگار ہیں وہیں اردوادب وتاریخ نعتیہ شعر وشاعری میں فائق الاقران ہیں۔ علامہ موصوف کی نعتیہ شاعری دیکھنے اور پڑھنے کے بعد ہر قاری وناظر یہ نتیجہ اخذ کیے بغیر نہیں رہے گا، کہ علامہ موصوف کوئی کسبی شاعر نہیں بلکہ وہ وہبی شاعر ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے کرم خاص سے شعروشاعری کی شکل میں ایک عظیم فضل وکمال سے سرفراز فرمایا۔ یہی نہیں جب میں ان کی شاعری کا اسلامی جائزہ نعت رسول، مدح صحابہ،عظمت اہل بیت، ذکر اولیاء اللہ اور مسلک سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے لیتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ علامہ موصوف کا ہر شعر ومصرعہ قرآن وسنت اور تاریخ اسلام کا مکمل آئینہ دار اور ان کے شعر میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقید المثال شاعری کا عکس جمال وکمال ہے۔‘‘

بقدرِ شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہئے وسعت میرے بیاں کیلئے

☆☆☆

☆ خطیب سنی جامع مسجد وکھرولی ممبئی، 9324232304

نوٹ: اس مضمون میں حضرت محبوب العلماء کی تاریخ پیدائش، تعلیمی وتدریسی مراحل کا تاریخی منظرنامہ، تاریخ وصال وغیرہ بنیادی باتیں جو، ایک سوانحی مضمون میں ہونی چاہیے، افسوس کہ نہیں ہیں۔ کاش مضمون نگار صاحب اس جانب بھی توجہ فرماتے۔

سبھی مضمون نگار حضرات ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ جو مضمون جس نوعیت کا ہے، اس کے تقاضوں کا خیال رکھیں۔کسی کے وصال کی خبر ملتے وقت رسالے میں چھپنی والی خبر میں تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال (اسلامی وانگریزی) ضرور لکھیں۔(ادارہ)

☆☆☆

بہار میں سوادِ اعظم اہل سنت کے نقیب مولانا عبدالعزیز خاں

محمد ولی اللہ قادری☆

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز اشرفی محدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نامور شاگردوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جو جس جگہ اور جہاں ہے، اپنی خدمات اور کارنامے کی وجہ سے آفتاب و ماہتاب کے مثل درخشاں ہے۔ حافظ ملت نے اپنے ارادت مندوں اور تلامذہ کی علمی وفکری تربیت کچھ اس انداز سے فرمائی کہ وہ لوگ عزیزی فیضان کے بل بوتے آپ کے علمی پرچم کو بلند کر کے زمانے اور علاقے کی قید سے منزہ ہو کر اپنی شخصیت کی شناخت قائم فرمائی۔

حافظ ملت کے دبستان علم وفضل کی پروردہ شخصیات میں استاذی حضرت مولانا عبدالعزیز خاں قادری کی ذات بھی شامل ہے۔ مولانا قادری مدظلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ شمسیہ تیغیہ، بڑہریا سیوان (بہار) کے علمی حلقوں میں ''ضیغم اہل سنت'' اور ''استاذ الاساتذہ'' جیسے ممتاز القاب سے مشہور ہیں۔ اسی طرح عوام الناس میں ''بڑے مولانا'' اور ''خاں صاحب'' سے یاد کیے جاتے ہیں۔ استاذ مکرم کے نام کے ساتھ ہر چند کہ ''خاں'' نام کا جز بن گیا ہے مگر حضرت نے اپنے قلم سے کبھی بھی ''خاں'' نہیں لکھا بلکہ ہمیشہ ''عبدالعزیز قادری'' لکھتے رہے اور اسی نام کا دستخط بھی فرماتے ہیں۔ حضرت کے اس عمل سے خود یہ بات واضح ہوگئی کہ ممتاز ہونے کا سبب یہ ہے کہ حافظ ملت نے آپ کے ذمہ جو علمی بارگراں سپرد کیا تھا، آپ نے اس کو پچاس سالوں سے اٹھا رکھا ہے۔

استاذ مکرم نے شمالی بہار ضلع سیوان کی ایک غیر معروف و پس ماندہ بستی بڑہریا میں رہ کر علم کا ایسا چراغ روشن فرمایا کہ اُس کی روشنی سے شمالی بہار کا خطہ خطہ روشن ہوگیا۔ شمالی بہار بالخصوص سارن اور ترہت کمشنری میں ۱۹۷۰ء کے بعد جو علما فارغ ہوئے ان میں سے اکثر آپ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ چند ماہ قبل کی بات ہے کہ اپنے برادرِ عزیز محمد سمیع اللہ بن شیخ محمد شمس الدین، موضع باراچکیا، مشرقی چمپارن کی نکاح خوانی کے لیے حضرت کو دعوت دی اور عرض کیا کہ جس طرح میرا نکاح آپ نے پڑھایا، اسی طرح میرے برادرِ عزیز کا نکاح بھی آپ کو پڑھانا ہے۔ حضرت نے راقم الحروف سے پوچھا کہ بارات کہاں جائے گی؟ راقم نے عرض کیا، بارات وہاں جائے گی جہاں آپ کے پوتا شاگرد آپ کی علمی نیابت فرما رہے ہیں۔ جہاں آپ کو اپنے پرپوتا شاگردوں کو ملاحظہ کرنا ہے اور اپنے پرپوتا شاگردوں کو اپنی زیارت سے مشرف فرمانا ہے۔

آپ کے شاگردوں کی بھی شان بہت خوب ہے۔ ہندوستان کا کون ایسا خطہ ہے جہاں آپ کے شاگرد اپنی صلاحیت کا مظاہرہ نہ کرتے ہوں۔ آپ کے شاگرد مختلف شعبہ جات میں رہ کر آپ کے تعلیمی مشن کو وسیع سے وسیع فرما رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں مدرس، مقرر، مناظر اور محرر کے علاوہ دیگر خوبیوں کے حامل افراد بھی شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا ہارون الرشید مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا رحمت علی سیوان، مولانا ارشد الرحمٰن و مولانا ضیاء الرحمٰن (سیتامڑھی) مولانا خالد علی مصباحی، مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج، یوپی) مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف، مولانا محمد امام الدین مصباحی اور مولانا عقیل احمد مصباحی دوہی (کشی نگر) کے علاوہ جو جہاں ہے آفتاب ومہتاب ہے۔ خاک سار کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم لوگوں پر آپ کا سایہ دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

استاذ مکرم مولانا عبدالعزیز خاں کی پیدائش موضع اگیا، پوسٹ چھاتا ضلع سنت کبیر نگر، قدیم بستی (یوپی) میں بقول مولانا غلام یحییٰ انجم مصباحی ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد نعیم خاں ہے، جو ایک تاجر تھے اور ممبئی میں تجارت کرتے تھے۔ راقم الحروف نے ایک بار حضرت سے تاریخ پیدائش کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میری تاریخ پیدائش ۲ جون ۱۹۴۵ء ہے۔ اس پر راقم نے پھر عرض کیا کہ یہ تاریخ اصلی ہے یا باعتبارِ اسناد؟ حضرت نے فرمایا چوں کہ میری تاریخ پیدائش کہیں نہیں لکھی گئی اس لیے اسی کو اصل مان لیا جائے۔ ۱۹۴۵ء کے لحاظ سے حضرت ۲۰۰۵ء میں مدرسہ شمسیہ تیغیہ انوار العلوم بڑہریا سیوان کے صدر المدرسین کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ ممکن ہے کہ مولانا غلام یحییٰ انجم مصباحی نے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور یا دوسرے مدرسے کے داخلہ رجسٹر سے حضرت کی تاریخ

غلو کیا اور شدت اختیار کی ،جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت ساری صحیح وحسن احادیث کو باطل قرار دیا اور موضوع وضعیف حدیثوں کو صحیح وحسن کے درجے میں رکھ دیا۔بعض محققین نے ان کی تنقیح کی اور اس طرح صحیح وغلط میں تمیز پیدا کرنے کے لئے پیمانہ مقرر کیا۔

پنجم : علوم حدیث کے تمام شعبوں میں،اسماء الرجال اور جرح و تعدیل جو بہت دقیق اور مشکل فن ہے جن پر تحقیقات حدیث کی ساری بنیادیں قائم ہیں اسے بھی انہوں نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا

ششم : مسائل کے اثبات واستدلال کے لئے احادیث سے سہارا لینا یہ تو ایک ضروری اور بنیادی چیز ہے کیونکہ فقہ وسیرت کا تمام تر مدار احادیث رسول پر ہے اس مناسبت سے بھی کتابیں تالیف کی گئیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بھی ان امور کی طرف توجہ فرمائی اور احادیث کی نشر واشاعت کے تعلق سے اس سلسلے کو آگے بڑھایا اور سطور بالا میں جن اسباب ووجوہ کی نشاندہی کی گئی ہے،ان سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

تصنیف: حضرت شیخ محدث نے جعلی وفرضی روایتوں کا احادیث صحیح سے اخراج کو متعدد شروحات وکتب میں ملحوظ نظر رکھا ہے:

(۱)رسالہ شب برأت(۲)ماثبت بالسنه فی الایام والسنه (۳)شرح سفر السعادة (٤)لمعات (٥)اشعة اللمعات وغیرہ میں اس تعلق سے بہت ساری نظیریں اور شواہد دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح مذکورہ کتب میں چوتھی صورت بھی آپ کے پیش نظر رہی۔(۴)فن اسماء الرجال میں آپ کی متعدد تصنیفات ہیں جس میں سیکڑوں راویوں پر کلام فرمایا ہے۔مثلاً

(۱)الاکمال فی اسماء الرجال(۲) اسماء الرجال والرواة المذکورین فی کتاب المشکوٰة۔

کوئی مسئلہ کوئی بات اس وقت تک مستند نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے پس پشت کوئی مضبوط دلیل نہ ہو،اس لئے علمائے اہل سنت نے اپنی تحریروں کو مستند کرنے کے لئے کتاب وسنت سے دلائل پیش کیے۔محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی فقہ،تصوف،تذکرہ،سیرت تفسیر،اخلاق اور اوراد واشغال وغیرہ پر جتنی کتابیں لکھیں سب میں احادیث کریمہ کو پہلو بہ پہلو بطور دلیل پیش کر کے اپنی بات کو مستند کیا ہے درج ذیل کتابیں اس قول کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں:

(۱)فتح المنان فی تائیدمذهب النعمان (۲) هداية الناسك الیٰ طریق المناسك (۳)البهیئة فی الحلية الجلیلة النبوية (۴)شرح الصدورتفسیرآیت النور (۵)آداب الصالحین (٦)آداب اللباس

لوگ دوسرے علوم وفنون کے سامنے اس علم کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ علم کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو اس کے سوکھے درخت کی جڑوں میں پانی ڈال کر سرسبز وشاداب کر سکے۔اللہ تعالیٰ نے اس اہم خدمت کی ذمہ داری شیخ عبدالحق کے سپرد فرمائی اور انہوں نے اس علم کے تعلق سے اصول مرتب کیے تاکہ حدیث کو کھرے کھوٹے سے ممتاز کیا جاسکے۔

(۱)رساله اقسام الحديث (۲)مقدمه مشکوٰة المصابیح (۳) اجازة الحديث فی التقديم والحديث

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کثیر تعداد میں حدیثیں جمع کر کے مختصر ومضبوط کتابیں تصنیف فرمائیں بلکہ احادیث ومتون بھی جمع کیے۔حدیثوں کی شرح وتوضیح بھی کی۔مسائل دینیہ واخلاقیہ کا استخراج واستنباط بھی احادیث سے کیا،موضوع وضعیف روایات کی توضیح وتنقیح بھی کی ،اصول حدیث ومبادیات اصول سے بحث بھی کی،فن اسماء الرجال،فن جرح وتعدیل کو مرکز توجہ بنایا،اس طرح شش جہات میں آپ کا اشہب قلم دوڑتا رہا،ہر میدان میں علم حدیث کا پرچم لہراتا رہا اور علوم حدیث کی اشاعت ہوتی رہی۔

تدریس: آپ کے عہد میں مدارس اسلامیہ بے روح اور خانقاہیں بے نور ہوچکی تھیں۔علما اور صوفیا خود بھی گمراہ ہو رہے تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے تھے۔مکر وفریب کی فراوانی ہونے لگی تھی قرآن کی باتوں کو سننے والا کوئی نہیں تھا اور حدیث رسول سے محبت کرنے والے دور دور تک نظر نہ آتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب احادیث رسول وعلوم دینیہ کا خزانہ لے کر حجاز سے ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس ہوئے تو آپ نے یہاں کی دینی فضا کو کتاب وسنت کی جلوہ باریوں سے معطر کرنے کی ٹھان لی اور حدیث رسول کی تدریس مختلف جگہوں پر بڑے دھوم دھام سے شروع کی

پیدائش نقل کی ہو مگر بڑہریا کے بزرگ حضرات بتاتے ہیں کہ حضرت جب بڑہریا تشریف لائے اُس وقت حضرت کی داڑھی نکل بھی نہیں پائی تھی۔ مبارک پور سے حضرت بڑہریا ۶، اپریل ۱۹۶۵ء کو تشریف لائے، یہی سال فراغت بھی ہے۔ فراغت سے قبل ہی حافظ ملت نے آپ کا انتخاب بڑہریا سیوان کے لیے فرمادیا۔ اس اعتبار سے ۱۹۴۲ء میں پیدائش کا یقین نہیں۔ اختلاف سے گریز کرتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ حضرت کی تاریخ پیدائش کا سال ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان تسلیم کرلیا جائے۔

حضرت استاذ مکرم کی ابتدائی تعلیم گاؤں اگیا کے اَپر پرائمری اسکول میں ہوئی اور قرآن شریف آپ نے محلّہ کی ایک خاتون سے پڑھا۔ ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء میں آپ کا داخلہ دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلا میں ہوا جہاں فارسی کی پہلی سے شرح جامی بحث اسم تک پڑھا۔ بسڈیلا میں ۱۹۶۰ء تک رہے۔ وہاں کے اساتذہ میں مولانا محمد سخاوت علی علیہ الرحمہ اور مولانا اعجاز احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ بسڈیلا میں دورانِ تعلیم شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں قادری سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور اعظم گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹۶۵ء تک رہے۔ دارالعلوم اشرفیہ سے ہی ۱۹۶۵ء میں دستار وسند فضیلت حاصل کی۔ دارالعلوم اشرفیہ میں آپ نے جلالت العلم حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری، حافظ عبدالرؤف بلیاوی، مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی اور مولانا ظفر ادیبی مبارک پوری جیسی شخصیات سے مکمل استفادہ کیا۔

آپ دارالعلوم اشرفیہ میں جماعت فضیلت میں ہی تھے کہ بڑہریا سیوان (بہار) سے حافظ ملت کی خدمت میں ایک خط پہنچا، جس میں ایک ایسے عالم کا مطالبہ کیا گیا تھا جو مدرس، مقرر، مناظر اور حکیم شحیم ہو۔ ایسے موقع پر حافظ ملت کی نگاہ آپ پر پڑی۔ حافظ ملت نے جواباً خط ارسال فرمایا کہ آپ کی مطلوبہ شرائط میں اخیر کے علاوہ ساری موجود ہیں۔ حضرت نے باندازِ انکساری حافظ ملت سے عرض کی کہ حضور جگہ عالم کی ہے اور میں تو طالب علم ہوں۔ فراغت سے قبل مدرس بن کر کہیں جانا مناسب نہیں۔ استاذ مکرم اسی لیت ولعل میں تھے کہ حافظ ملت نے اساتذۂ اشرفیہ کو جمع فرماکر ارشاد فرمایا۔

''میں اس وقت آپ لوگوں کی موجودگی میں مولانا (عبدالعزیز) کے سر پر عمامہ باندھ کر عالم بنادے رہا ہوں پھر دارالعلوم کے دستور کے مطابق شعبان المعظم میں آکر سند وجبہ ودستار لے لیں گے۔''

(تذکرۂ علمائے بستی، جلد اول، ص ۱۵۵ تا ۱۵۷)

حضرت مولانا عبدالعزیز خاں قادری مدظلہ بالآخر ۶، اپریل ۱۹۶۵ء کو بڑہریا تشریف لائے۔ جس وقت آپ بڑہریا تشریف لائے اُس وقت وہاں امام بارگاہ کے متصل ایک مکتب چلتا تھا۔ اس مکتب میں مولوی توحید احمد اور حافظ عبدالعزیز صاحبان درس دے رہے تھے۔ یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ حافظ عبدالعزیز صاحب نے خط لکھا، حافظ ملت شاہ عبدالعزیز کے پاس۔ لہٰذا حافظ ملت نے بھی مولانا عبدالعزیز خاں قادری کو بھیجا۔ تینوں حضرات کے نام کی برکت بھی جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا کو حاصل ہے۔ حضرت کے تشریف لانے کے بعد مکتب نے دارالعلوم کی شکل اختیار کرلیا پھر دارالعلوم سے جامعہ بن گیا۔ استاذ مکرم بڑہریا میں چند عرصہ رہنے کے بعد حافظ ملت کی بارگاہ میں پہنچے اور عرض کیا کہ وہاں دل جم نہیں رہا ہے۔ چوں کہ حافظ ملت کی نگاہ مستقبل کو دیکھ رہی تھی اس لیے آپ نے دوبارہ بڑہریا آنے کا حکم فرمادیا۔ حضرت پھر بڑہریا تشریف لائے تو بڑہریا کے ہی ہوکر رہ گئے۔

آپ کے تشریف لاتے ہی طلبا بڑہریا کی طرف رجوع کرنے لگے اور علوم نبویہ سے سرفراز ہونے لگے۔ شروع شروع میں حضرت کو بہت سی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑہریا کے بزرگ لوگ شاہد ہیں کہ آپ علم کے فروغ اور طلبا کی خدمت کے لیے سائیکل پر اور کبھی اپنے سروں پر غلہ وصول کرلاتے۔ باورچی نہ رہنے پر اپنے ہاتھوں سے طلبائے اسلامیہ اور مہمانانِ رسول کے لیے کھانا بناتے۔ حالاں کہ گھر وخاندان کے اعتبار سے آپ معمولی آدمی نہیں تھے مگر آپ کو تو حافظ ملت کے تعلیمی کارواں کو آگے بڑھانے کی فکر تھی اس لیے آپ نے ہر طرح کے آرام کو قربان کرکے صعوبتوں کو برداشت کیا۔

۱۹۷۰ء کے آس پاس حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بڑہریا تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے جلد ہی ادارہ ترقی پر گامزن ہوگیا۔ مقامی وبیرونی طلبا کی بھیڑ جمع ہونے لگی۔ کم مدت میں یہ ادارہ بہار کے ممتاز اداروں میں شمار ہونے لگا۔ حضرت استاذ مکرم اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی رقم طراز ہیں:

''موصوف کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے پس ماندہ علاقہ میں جو علم وفن کی حیثیت سے ویرانہ تھا ایک شہرستانِ علم وفن بنادیا۔

ایسی سرزمین پر مدرسہ شمسیہ تیغیہ انوار العلوم کی شاندار بلڈنگ اور شاندار مطبخ و تعلیمی معیار وغیرہ آپ کے محرک وفعال ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔ مذکورہ دار العلوم میں (مدرسہ) اکزامینشن بورڈ، پٹنہ کے علاوہ درس نظامی کی متوسطات تک باضابطہ تعلیم کا نظام ہے۔ فی الحال آٹھ باصلاحیت مدرسین انتہائی عرق ریزی سے طالبان علوم نبوت کو بادۂ علم وحکمت سے سرشار فرمارہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں سے طلبا تعلیم حاصل کرکے کسی مرکزی درسگاہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ملک کے طول وعرض میں پھیل کر خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔ آج بھی اُس ادارے میں پچاسی طلبا تحصیل علم دین میں سرگرم ہیں۔ تقریر ومناظرہ کے ذریعہ بھی موصوف نے شہرت حاصل کی۔ اس غیر مانوس علاقہ میں آپ کے نورانی، ایمانی اور حقانی بیانات کی روشنی سے ضلع سیوان کے گوشے گوشے جگمگا اٹھے۔ الحمدللہ آپ کی تبلیغی کارکردگی کا یہ اثر ہوا کہ بہار کے مسموم علاقے میں اسلامی زندگی کی ہر طرف لہر دوڑ گئی۔ آج بیشتر خطے مئے حب رسالت سے سرشار ہیں۔'' (تذکرہ علمائے بستی)

پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی کے یہ تاثرات تیس سال قبل کے ہیں۔ ان تأثرات سے یقین ہوجاتا ہے کہ استاذِ مکرم نے جامعہ شمسیہ کے لیے کس قدر محنت ومشقت کی ہوگی۔ حضرت نے تمام صعوبتوں کو برداشت کرکے حافظ ملت کے تعلیمی کارواں کو آگے بڑھایا۔ فی الحال جامعہ میں بیس سے زائد اساتذۂ کرام خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تین سو کے قریب بیرونی طلبا کے قیام وطعام کے علاوہ علاج ومعالجہ کی بوجھ جامعہ برداشت کررہا ہے۔ پندرہ بیس سالوں قبل سے ہی جامعہ میں عالمیت (خامسہ) تک کی تعلیم کا مکمل نظم ہے۔ مذہبی تعلیم کے علاوہ عصری علوم بالخصوص کمپیوٹر کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ کی دو منزلہ شاندار عمارت اور رضا لائبریری کا حسن انتظام بھی قابل دید ہے۔ یہ سب استاذ مکرم علامہ عبدالعزیز خاں قادری مصباحی کی محنت شاقہ کی گواہی دے رہے ہیں۔

چار پانچ سالوں تک راقم الحروف کو حضرت کی جوتی سیدھی کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اس لیے راقم نے حضرت کی شخصیت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ خاک سار نے ہر جہت سے آپ کو بے مثال وبلند پایہ استاذ اور عوام الناس کا مربی ومحسن پایا۔ حضرت رات میں کسی وقت بھی میلاد یا جلسہ کی تقریب سے تشریف لاتے مگر صبح میں بلاناغہ درس گاہ میں موجود رہتے۔ پروگرام کبھی بھی حضرت کی درس گاہ میں روکاوٹ نہ بنا۔ آخر رکاوٹ کیوں بنتا کہ حضرت کی زندگی کا اصل مقصد تعلیم کا فروغ تھا۔

حضرت نے اپنے تلامذہ کے ساتھ جو مشفقانہ رویہ اختیار فرمایا ہے وہ آج کل کے اساتذہ میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ حضرت کی خدمات یقیناً ناقابل فراموش ہیں مگر افسوس آپ کی پچاس سالہ مذہبی وملی خدمات کا صحیح معنوں میں اعتراف نہیں کیا گیا۔ آج تک ان کی شخصیت اور خدمات پر ایک مکمل مضمون بھی دیکھنے کو نہیں ملا۔ حالاں کہ حضرت نے جامعہ اور مسلمانوں کی تعلیمی زبوں حالی کے خاتمہ کے لیے خونِ جگر دیا ہے۔ جامعہ نے مسلمانوں کی زبوں حالی کو کیسے دور کیا اور شمالی بہار میں جو تعلیمی انقلاب پیدا کیا وہ تحریر کا خاص موضوع ہے۔

یہ بات ناقبل تردید حقیقت ہے کہ جامعہ شمسیہ اور مولانا عبدالعزیز خاں کی شخصیت کے درمیان لازم وملزوم کی نسبت ہے۔ استاذِ مکرم نے جامعہ شمسیہ کے پلیٹ فارم سے قومی یکجہتی اور انسانی رواداری پر جو بیش از بیش توجہ دی وہ بھی ناقابل فراموش ہے۔ اس بات کی شہادت سیوان اور اس کے مضافات کے مسلمانوں کے علاوہ برادرانِ وطن بھی دیں گے۔ بایں سبب مسلمانوں کے ساتھ برادرانِ وطن بھی آپ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی مثالی شخصیت کی تفہیم میں یہ واقعہ بے حد معاون ثابت ہوتا ہے جس کو بڑہریا کے بزرگ حضرات تواتر سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تعزیہ اٹھانے پر اختلاف ہوگیا۔ معاملہ نے بہت طول پکڑلیا۔ کسی ان ہونی واقعہ کے رونمانہ ہونے کے لیے پولس کے اعلیٰ افسران بڑہریا تھانہ پہنچ گئے۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود انھیں کامیابی نہیں ملی، مجمع کنٹرول سے باہر تھا۔ اب تب تھا کہ مجمع پولس افسران پر ہی حملہ بول دے اور پولس افسران بھی جوابی کاروائی کے لیے تیار تھے۔

بڑہریا کی زمین خون سے شرابور ہونے والی ہی تھی کہ حضرت کو اِس بات کا علم ہوا۔ فوراً سے پیشتر بڑہریا تھانہ پہنچے اور اپنی حکمت عملی وفکری تدبر سے مجمع کو منتشر فرمادیا اور بڑہریا کی سرزمین کو خون سے رنگین ہونے سے بچالیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر پولس کے افسران حیرت میں تھے۔ ان لوگوں نے فوراً آکر حضرت کا قدم چھوکر شکریہ ادا کیا۔ واقعہ ۹۰-۱۹۸۹ء کا ہوگا۔ راقم الحروف نے خود دیکھا ہے کہ تعزیہ کے جلوس میں حضرت بذات خود موجود ہوتے اور اگر کوئی بدمعاشی کرتا تو اسے سیدھا کرتے تھے۔ حضرت کی موجودگی میں کسی کو بدمعاشی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ایک سال ۲۰۰۰ء میں حضرت حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس سال کے تعزیہ جلوس میں مسلمان آپس میں ہی الجھ گئے اور اجتماعیت کو تارتار کردیا۔

یہاں یہ بات واضح کردوں کہ حضرت تعزیہ جلوس کے نہ طرف دار

تھے اور نہ ہی جواز کے قائل۔ آپ بہار میں سوادِ اعظم اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب اور ترجمان ہیں اور آپ کو اعلیٰ حضرت اور علمائے اہل سنت کے فتاویٰ کا بھی علم تھا مگر آپ نے مسلمانوں کی اجماعیت واتحاد کے مظاہرہ کے لیے یہ عمل روا رکھا تا کہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ کفار ومشرکین کو ہو جائے۔ یہاں فقہ کا اصول وقاعدۂ کلیہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ جب دو بلائیں سامنے ہوں تو ہلکی بلا اختیار کرنے کا حکم فقہا نے دِیا ہے اور اسی پر آج تک عمل بھی ہے۔

عوام میں اس قدر مقبولیت کے باوجود مولانا عبدالعزیز خاں قادری بستوی نے قائد بننے کی کبھی کوشش نہیں کی اور نہ ہی قائد قوم وملت لکھوایا۔ آپ کو سیاسی قائدین سے بھی بالکل تعلق نہیں رہا۔ آپ سیاسی قائدین سے الگ رہے۔ پچاس سالہ خدمات کے دوران آپ نے کسی سیاسی لیڈر کے دروازہ پر دستک نہیں دی، یہ دیگر بات ہے کہ سیاسی لیڈر ان خود بہ خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کا قدم چھونا باعث افتخار تصور کرتے ہیں۔ بہار کے سابق وزیر اندر دیو بھگت وموجودہ ایم۔ ایل۔ سی کیدار ناتھ پانڈے نے خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر جامعہ کے طلبا کی خدمات میں حصہ لینے کا عریضہ پیش کیا جسے حضرت نے قبول فرما لیا۔ اندر دیو بھگت جی نے رضا لائبریری کی دو منزلہ عمارت تعمیر کرائی اور کیدار ناتھ پانڈے کے فنڈ سے ایک بڑا ہال بنا۔ دونوں عمارتیں اور ان کی تعمیر کرانے والے مولانا عبدالعزیز خاں قادری کی خودداری وعلمی مرتبے کے قائل ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ چند مغرور سیاسی لیڈر دل میں یہ تمنا لیے عہدہ سے سبکدوش ہو گئے کہ ایک مرتبہ بھی مولانا عبدالعزیز خاں ان جانے میں ہی سہی اُس کے تخت پر جا کر بیٹھ جائیں مگر ان کی تمنا دھری کی دھری رہ گئی۔ کسی بھی سیاسی لیڈر سے تعلق نہ رکھنا شاید فی زمانہ حضرت مولانا عبدالعزیز خاں قادری کی خصوصیت ہے۔

حضرت استاذِ مکرم کی خودداری کا یہ واقعہ بھی کیا ہی خوب ہے۔ خیر سے یہ واقعہ ایک سیاسی لیڈر سے متعلق ہے کہ ایک مرتبہ جامعہ کے لیے ایک ناگفتہ بہ مسئلہ سامنے آ گیا۔ جامعہ کے معاونین ومخلصین نے اس مسئلہ سے سیوان کے اُس وقت کے ایم پی محمد شہاب الدین سے آگاہ کر دیا۔ محمد شہاب الدین نے باندازِ تکبر جامعہ کے وفد سے کہا کہ اس مسئلہ کے حل کے لیے ''خاں صاحب'' کو آنا ہوگا۔ جامعہ کے مخلصین نے محمد شہاب الدین کے منشا سے حضرت کو باخبر کیا تو حضرت نے دوٹوک لفظوں میں فرمایا ''جامعہ میں تالا لگ جائے، یہ مجھے گوارہ ہوگا مگر محمد شہاب الدین کے پاس نہیں جاؤں گا۔'' لوگوں نے حضرت کا پیغام محمد شہاب الدین تک پہنچا دیا۔ امید ہے کہ اس دوٹوک جواب کو سننے کے بعد محمد شہاب الدین کو بھی یقین ہو گیا ہوگا کہ علمی مرتبے کا پاس رکھنے والا سیوان ضلع میں کوئی عالم ہے تو وہ صرف مولانا عبدالعزیز خاں قادری کی ہی ذات ہے۔ محمد شہاب الدین کو حضرت کی شخصیت اور عوام میں ان کی مقبولیت کا یقین تھا، اس لیے اس نے اپنے اثر ورسوخ سے جامعہ کا مسئلہ حل کرا دیا۔

حضرت استاذِ مکرم نے محمد شہاب الدین کے سلسلے میں یہ رویہ اس لیے اختیار فرمایا کہ محمد شہاب الدین نے ہمیشہ مذہبی معاملات میں مسلک اہل سنت کی ہر ممکن مخالفت کی ہے اور چند چاپلوس علمائے سو کی خاطر جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔ محمد شہاب الدین کو سنیوں سے اس قدر نفرت تھی کہ بڑہریا کی جامع مسجد ''گلشن طیبہ مسجد'' کی تعمیر میں اس نے رخنہ ڈالا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر کرالی۔ یہ رخنہ اس لیے ڈالا کہ مسجد کے بغل میں ایک مسلمان کے سنیما گھر کو نقصان پہنچنے والا تھا (نعوذ باللہ) بہت سے مقامات پر محمد شہاب الدین نے مولانا عبدالعزیز خاں قادری کے بارے میں نازیبا کلمات بھی بکے مگر مولانا عبدالعزیز خاں قادری نے محمد شہاب الدین کے ظلم پر صبر کیا۔ الیکشن میں بنام مسلم امیدوار اُس کو ہی ووٹ دیا۔ سنی عوام کو مخالفت میں ووٹ دینے کو نہ کہا بلکہ سنی مسلمانوں نے محمد شہاب الدین کی مسلک بیزاری کو جانتے ہوئے بھی اسے ووٹ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم سنی مسلمان سیاسی اعتبار سے اتحاد کے قائل ہیں۔ افسوس کہ سنی مسلمانوں کے جذبات واحساسات کا خیال محمد شہاب الدین کو نہیں آیا، اس لیے اس نے ہر میدان میں سنیوں کے ساتھ ناانصافی کی۔ اس موضوع پر اگر لکھا جائے تو ایک طویل مضمون تیار ہو سکتا ہے۔

یہ سبھی جانتے ہیں کہ سنی بریلوی عوام وخواص، رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کسی کو حقیقت حال سے آگاہ ہونا ہے تو وہ سیوان کے مسلمانوں سے شہادت اور سبق لے کہ محمد شہاب الدین کے تشدد کا کیا عالم تھا۔ محمد شہاب الدین کے مسلکی تشدد پر آخر گفتگو کیوں نہیں ہوتی؟ جب محمد شہاب الدین جیسے عام دیوبندی کے تشدد کا یہ عالم ہے تو پھر دیوبندی عالم کے تعصب وتشدد کا کیا عالم ہوگا، یہ غور کرنے کا مرحلہ ہے۔ بہر کیف مولانا عبدالعزیز خاں قادری نے محمد شہاب الدین کے ظلم پر صبر کیا ورنہ انتقام اگر لینے کی کوشش کی ہوتی تو معاملہ کچھ اور ہوتا۔ سیوان کے مسلمانوں پر حضرت کی شخصیت کے اثرات کا یہ عالم تھا کہ محمد شہاب الدین کے گاؤں پرتاپ پور میں میلاد کی محفل ہو، یا جلسہ کی تقریب حضرت کی شمولیت کے بغیر ہو نہیں سکتی تھی۔ خود

محمد شہاب الدین کے خاندان کے دیگر افراد کی دعوت پر حضرت پرتاپ پور تشریف لے جاتے مگر محمد شہاب الدین کے گھر کبھی نہیں گئے۔ یہاں یہ بتادیا جائے کہ محمد شہاب الدین کے گاؤں میں سوائے چند کے سبھی کا تعلق اہل سنت وجماعت سے تھا اور آج بھی تقریباً یہی حال ہے۔

سیوان اور اس کے مضافات میں استاذ مکرم کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آپ نے غریب اور امیر سب کو ایک نظر سے دیکھا۔ جامعہ کا اصول بھی سب کے لیے یکساں رکھا۔ آپ کے یہاں ایک مالدار اور اہل ثروت کی جو عزت ووقار تھا، وہی ایک غریب اور مفلوک الحال مسلمان کا بھی۔ ۲۰۰۱ء تک جامعہ کا دستور تھا کہ جامعہ کے طلبا قرآن خوانی ودعوت کے لیے لوگوں کے گھر جاتے۔ حضرت نے دیکھا کہ اس سے طلبا کی تعلیم پر اثر پڑ رہا ہے تو آپ نے اعلان شائع کرایا کہ جامعہ کے طلبا دعوت کھانے کسی کے گھر نہیں جائیں گے۔ اگر کسی کو دعوت کھلانی ہے تو براہ کرم کھانا بنوا کر بھیج دیں یا جامعہ میں ہی کھانا بنوا کر کھلائیں۔ شروع میں چند جذباتی افراد چراغ پا ہوئے مگر دھیرے دھیرے حالات معمول پر آگئے اور لوگوں نے حضرت کے اعلان پر عمل کیا۔ حضرت کے اعلان کا ہی نتیجہ ہے کہ بہار کے سابق وزیر اعلیٰ جناب عبدالغفور مرحوم کا انتقال ہوا، جنازہ کی نماز حضرت نے ہی پڑھائی مگر ایصال ثواب کا کھانا کھانے جامعہ کے طلبا عبدالغفور مرحوم کے گھر نہیں گئے بلکہ ٹریکٹر پر سارے طلبا واساتذہ کا کھانا آیا۔ مرحوم عبدالغفور کے گھر والوں نے بخوشی یہ کھانا بھیجا۔ اس واقعہ سے حضرت استاذ مکرم کی شخصیت کا انفرادی چہرہ سامنے آیا کیوں کہ راقم الحروف نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ کسی غریب کے یہاں سے دعوت آتی ہے تو وہاں طلبا کو نہیں بھیجا جاتا مگر کسی امیر یا مالدار کے یہاں دعوت ہوتی ہے تو چھپ چھپا کر طلبا کو بھیجا جاتا ہے اور یہ عذر بتایا جاتا ہے کہ فلاں صاحب مدرسے کے خاص معاون ہیں۔

مضمون کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت خلق اور مذہبی علوم کے فروغ کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اس کی ایک مثال پیش کر دوں تاکہ سند رہے۔ ۲۰۰۲ء میں ایک جلسہ میں دوران تقریر آپ کے دل کا دورہ پڑا۔ اس وقت کسی کو احساس نہ ہوا۔ حضرت جب صبح جامعہ شمسیہ تشریف لائے تو پھر دورہ پڑا۔ فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ بڑہریا کے ڈاکٹر نے علاج کرنے کے بعد سیوان بھیجا۔ سیوان کے ڈاکٹر نے علاج کرنے کے بعد آپ کو گورکھ پور ریفر کیا۔ گورکھ پور کے ڈاکٹروں نے علاج ومعالجہ کے بعد مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ ساتھ ہی تقریر کرنے سے بھی باز رہنے کی تاکید کی۔ اللہ کے فضل وکرم سے چند دنوں کے بعد بیماری میں افاقہ ہونے لگا تو پھر حضرت دینی مذہبی خدمات میں لگ گئے۔ اپنے بیگانے سبھی روکتے رہے مگر حضرت کا ایک ہی جواب تھا، موت برحق ہے۔ موت آنے سے پہلے جتنا ہوسکے جلدی جلدی دینی خدمت زیادہ سے زیادہ کرسکوں۔

یاد آتا ہے کہ ویسی سخت بیماری اور جنوری کی سردی میں حضرت بڑہریا بازار کی گلشن طیبہ مسجد کی دوسری منزل کی تعمیر وچھت کی ڈھلائی میں سرگرداں رہے۔ اسی حالت میں موٹر سائیکل سے علاقے کا دورہ کیا۔ اسی بیماری کی حالت میں مسجد کی دوسری منزل مکمل کرالی۔ الحمدللہ اب تو تیسری منزل بھی تیار ہوچکی ہے۔ ایک دو ماہ کے بعد تقریر بھی شروع کردی۔

آپ کی تقریر اصلاحی ہوتی ہے۔ آپ کی تقریر کا انداز بہت نرالا ہے۔ آپ مشکل سے مشکل موضوعات کو بآسانی سامعین کے ذہن میں اتار دیتے ہیں۔ آپ کی تقریر قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ہوتی ہے۔ حالات وزمانے کا عکس بھی آپ کی تقریر میں نمایاں ہے۔ چند عرصہ قبل خاکسار نے حضرت سے کہا کہ اپنی صحت وضعیفی کا خیال کرتے ہوئے تقریر نہ فرمائیں۔ اب تو آپ کے تلامذہ آپ کے مشن کو آگے بڑھا ہی رہے ہیں۔ حضرت نے بہت ہی پیارا جواب دیا جس سے خاکسار شرمندہ ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میں تقریر چھوڑ دوں تو کیا موت نہیں آئے گی؟ ضرورت پڑنے پر الحمدللہ آج بھی گھنٹوں تقریر کروں گا اور مرتے دم قوم کی اصلاح کرتا رہوں گا۔

حاصل کلام یہ کہ راقم الحروف نے حضرت ضیغم اہل سنت مولانا عبدالعزیز خاں قادری کی شخصیت اور ان کی خدمات کا ایک مختصر سا خاکہ اس مضمون میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت کی مذہبی شخصیت کی پچاس سالہ خدمات کا اعتراف کیا جائے اور حضرت کی خدمات سے نئی نسل کو روشناس کرایا جائے۔ اس کے لیے آپ کے تلامذہ کو آگے آنا ہوگیا۔ اراکین جامعہ شمسیہ تیغیہ کو بھی انقلابی قدم اٹھانا ہوگا ورنہ مستقبل کا تاریخ نویس انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی خدمات کو قبول فرما کر آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہم لوگوں پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

●●●

☆اسٹنٹ ٹیچر 2+ ضلع اسکول، چھپرہ (بہار)
رابطہ نمبر 07677983515,09838542745

آخری سفر — دارِ آخرت کی طرف

محبوب العلماء شاہ حمید الرحمٰن قادری جوارِ رحمت میں

ریحان رضا انجم مصباحی☆

دنیائے سنیت میں شیخ طریقت، رہبر شریعت، پیکر شفقت، عارف باللہ محبوب العلماء حضرت مولانا الحاج الشاہ حافظ محمد حمید الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ الباری کی ذات والاستودہ صفات شمالی بہار میں رب تعالیٰ کی عظیم نعمت تھی۔ آپ کے جد کریم تاجدارِ تر ہت محبّ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالولی محمد عبدالرحمٰن سرکار محبیؒ قادری علیہ الرحمہ (۱۴ر رجب ۱۲۷۲ھ۔ ۱۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ) کے علمی مقام ومرتبہ کا زمانہ معترف ہے۔ آپ کی خدمات کا اثر آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

آپ کے والد گرامی جلالۃ العلم حضرت مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری علیمی علیہ الرحمہ (۱۳ر محرم ۱۳۰۵ھ/۱، جمادالاول ۱۳۷۰ھ) اپنے والد سرکار محبیؒ کے مظہر کامل تھے اور قطب زمانہ حضرت علامہ عبدالعلیم آسی غازی پوری کے مرید اور محبوب خلیفہ تھے۔ اس طرح حضرت محبوب الاولیاء کو علم وفضل کا سرمایہ وراثت میں ملا۔

نام ونسب: محمد حمید الرحمٰن ابن محمد ولی الرحمٰن ابن محمد عبدالرحمٰن محبیؒ ابن استاذ الاساتذہ علامہ منیر الدین صدیقی ابن محمد ریاض الدین صدیقی علیہم الرحمۃ والرضوان ولادت: ۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۳۱ء بروز پیر بوقت عصر آپ کی ولادت کی خبر جب جد کریم سرکار محبیؒ علیہ الرحمہ کو ملی تو آپ تشریف لائے اور صوفی محی الدین رضوی خلیفہ حجۃ الاسلام بریلوی علیہ الرحمہ کو حکم دیا کہ نومولود کے کان میں اذان کہی جائے۔ بعدۂ آپ نے انگشت شہادت منھ میں رکھ کر کلمات تبریک ادا فرما کر ارشاد فرمایا ”میرے پوتے کا نام محمد حمید الرحمٰن رہے گا۔“

عقیقہ: ساتویں روز عقیقہ مسنونہ کی رسم ادا کی گئی جس میں سرکار محبیؒ کے محبوب صادق مست بادۂ الست حضرت الحاج الشاہ نعمت علی شاہ خاکی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی جلوہ افروز تھے۔ اس موقع پر حضرت خاکی بابا علیہ الرحمہ نے ایک خاص دعا فرمائی تھی کہ

”نومولود سے اس خانقاہ کی خوشبو دور تک پھیلے گی اور دیر تک قائم رہے گی۔“ (محبوب الاولیاء نقش حیات)

الحمدللہ! ایک مجذوب کامل کی زبان فیض ترجمان سے جو دعا نکلی مقبول بارگاہ خدا ہوگی اور آج صوبہ بہار کے علاوہ آسام وبنگال، یوپی، راجستھان، دہلی، ممبئی اور ملک نیپال وپاکستان، عرب ممالک تک حضرت محبوب الاولیاء کے توسط سے فیضان سرکار محبیؒ کی خوشبو محسوس کی جارہی ہے۔

ذاکر و شاغل، فنا فی الشیخ شیدائے رسول
غوث کا بھرتے تھے ہر دم حضرت حمید قادری

تعلیمی سفر: بسم اللہ خوانی کی ایک چھوٹی سی مجلس منعقد کی گئی۔ والد ماجد نے حضرت صوفی محی الدین رضوی کو رسم بسم اللہ خوانی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ۶، سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کیا۔ ساڑھے نو سال کی عمر میں آپ حافظ قرآن بن گئے۔ عالمیت وفضیلت کی ساری تعلیم اپنے والد گرامی وقار کی صحبت بابرکت میں رہ کر مدرسہ نورالہدیٰ اور خانقاہ شریف میں مکمل فرمائی۔

حافظ قرآں ، خطیب خوش بیاں ، پیر شہیر
ہر جہت سے مغتنم حضرت حمید قادری

آپ حفظ کی تکمیل کے بعد اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے مدرسہ میں شعبہ حفظ کو بھی باضابطہ سنبھال رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کئی کتابوں کا سبق آپ رات میں والد گرامی سے لیا کرتے تھے۔

دعائے حجۃ الاسلام: جب حضرت محبوب الاولیاء کی عمر شریف تقریباً ۸، سال تھی اس وقت حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ بریلی شریف پوکھریرا تشریف لائے تھے۔ آپ کی دادی محترمہ (اہلیہ سرکار محبیؒ) نے سکھایا کہ

”بریلی شریف سے بڑے مولانا آئے ہوئے ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور کہو حضرت میرے علم کی دعا فرمادیں۔“

حضرت حجۃ الاسلام پابہ رکاب تھے، اسی درمیان آپ نے قریب جا کر سلام کہتے ہوئے دادی کا سکھایا سبق پیش خدمت کیا۔ حضرت حجۃ

الاسلام مسکراتے ہوئے فرمایا کہ

''اپنے ابا جان مولانا (ولی الرحمٰن) کی خوب خدمت کرنا، اللہ پاک تمہیں علم عطا فرما دے گا۔'' (محبوب الاولیاء کا نقش حیات)

آپ اپنے والد ماجد کے بڑے ہی محبوب اور چہیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مفسر اعظم ہند بریلوی اور حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی فرماتے کہ ''حمید الرحمٰن کے طریقہ کار اور اندازِ کلام سے حضرت مولانا ولی الرحمٰن کی جھلک نظر آتی ہے۔''

مسند سجادگی: ۱۳، ربیع الاول ۱۴۰۷ھ میں علامہ ولی الرحمٰن قادری نے اپنے وصال سے تقریباً دو ماہ قبل مرشد سرکار محیٰ حضرت سید شاہ داتا نور الحلیم کاشغری علیہ الرحمہ (وصال ۳ ربیع النور ۱۳۰۶ھ) کے عرس کے موقع پر مفتی اعظم نیپال حضرت مفتی انیس عالم رضوی بستوی ثم سیوانی کے ہاتھوں میں تقریباً ۱۹ سال کی عمر ہی میں آستانہ سرکار داتا پر خرقہ پوشی کی رسم ادا فرمائی گئی۔

ان کا دامن ، دامن حضرت محیٰ بالیقیں
بالیقیں پیر طریقت ہیں حمید قادری

آپ کی تدریس وتبلیغ اور رشد وہدایت کا حسین دور تقریباً آٹھ دہائی پر مشتمل ہے اور بڑا ہی باثر بافیض رہا ہے۔

مسلک حق، مسلک احمد رضا کے تھے نقیب
مثل ارباب ہمم حضرت حمید قادری

محبوب الاولیاء کے مرشد بیعت حضرت علامہ مفتی محمد ولی الرحمٰن قادری تھے اور ان ہی کی مسند رشد وہدایت کے امین رہے۔ البتہ اکابرین کی شفقت ومحبت کے ساتھ ساتھ بہت سے بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ یہ بات واضح رہے کہ فروعی مسائل کو لے کر جب بھی اہل سنت کے درمیان اختلاف وانتشار کا بازار گرم ہوتا، حضرت محبوب الاولیا بہت زیادہ نفرت وبیزاری کا اظہار فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی مجلس میں جب بزرگوں کا ذکر خیر ہوتا تو آپ خصوصیت کے ساتھ مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں بریلی شریف اور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھہ شریف کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

''ضعف پیری کے باوجود اپنے معمولات وامور رشد وہدایت میں سستی نہیں آنے دیتے، اکابر علمائے اہل سنت اور صوفیائے کرام کی صحبتوں سے اپنے ابتدائی دور میں فیضیاب ہوکر آج تک اسے تقسیم فرما رہے ہیں۔'' (محبوب الاولیاء کا نقش حیات)

وصال پر ملال: چندروز بخار اور نقاہت کی زیادتی کے سبب ۲۴ دسمبر ۲۰۱۵ء مظفر پور پرشانت ہاسپٹل جورن چھپرہ میں آپ کو رکھا گیا مگر طبیعت میں افاقہ کی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ بالآخر ۲۶ دسمبر کو ۳ بجے بذریعہ ایمبولینس پٹنہ کے لیے آپ کو لے جا رہے تھے۔ ٹرافک کے سبب صرف ۱۵ کیلو میٹر کی مسافت طے ہوئی تھی کہ یکایک چہرہ پر دِگرگوں کیفیت کا اظہار ہونے لگا۔ میں نے آپ کے نبیرہ ڈاکٹر حافظ نیر رضا رحمانی سے کہا کہ آکسیجن ماؤس ہٹا دیا جائے۔

آپ مسلسل ذکر میں مصروف تھے سننے کی کوشش کی مگر آواز سمجھ میں نہیں آئی پھر راقم الحروف نے بلند آواز سے کہا

الصلوٰة و السلام عليك يا رسول الله
الصلوٰة و السلام عليك يا حبيب الله
الصلوٰة والسلام عليك يا نور من نور الله

یہ سنتے ہی آپ نے تین روز کے بعد آنکھیں کھولی پھر ۴ بج کر ۱۱ منٹ پر ہمیشہ کے لیے بند فرما لیا۔ انا لله وانا اليه راجعون

۲۸ دسمبر بروز پیر ساڑھے دس بجے آپ کے خلف اکبر حضرت الحاج مفتی محمد رضا رحمانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

دیکھ کر تیرے جنازے میں ہجوم عشاق
دل نے برجستہ کہا یہ ہے کرامت تیری

روضہ سرکار محیٰ میں والد ماجد علامہ محمد ولی الرحمٰن قادری کے بائیں جانب ۱۲ بج کر ۱۵ منٹ پر سپرد خاک کیے گئے۔ ۱۹۸۲ء میں جب آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے ایک دن حرم محترم سے باہر نکلتے وقت ایک مرد غیب نے آپ کو تسبیح دی تھی، آپ کی وصیت تھی کہ دفن کے وقت میرے ہاتھ میں دے دینا۔ جب حضرت مولانا محمد فاروق احمد مصباحی نے حضرت کے ہاتھ میں تسبیح رکھی، فوراً آپ نے تسبیح لے کر ہاتھ بند فرما لیا۔

خاکساری نے تیری تجھ کو کیا اتنا بلند ذات محبوب ہوئی پیر طریقت تیری
تو ولی ابن ولی ابن ولی تھا بے شک اس کے آگے نہیں معلوم حقیقت تری

☆☆☆

☆بانی دار العلوم قادریہ برکاتیہ، پوکھر ٹولہ بسفی، ضلع مدھوبنی (بہار)
misbahianjum@gmail.com,9430866584

پیغام عمل

نقوش راہ

دوستی کا حق اچھی بات کہنے اور بری بات سے روکنے سے ادا ہوتا ہے

محمد صادق رضا مصباحی☆

سنی دعوت اسلامی کا پچیسواں سالانہ عالمی سنی اجتماع ممبئی، آزاد میدان میں ۱۱، ۱۲، ۱۳، دسمبر ۲۰۱۵ء کو ہوا۔ تین روزہ اجتماع میں لاکھوں عاشقان رسول نے شرکت کی۔ ۸۳ ملکوں کے ایک لاکھ آٹھ ہزار سے زائد افراد نے یوٹیوب پر اجتماع کو سنا۔

سنی دعوت اسلامی کے پچیسویں بین الاقوامی اجتماع کا آغاز ۱۱ر نومبر وادی نور آزاد میدان میں جمعہ کی نماز کے بعد ہوا۔ نماز جمعہ کے قبل ہی سے ممبئی و مضافات وملک کے دیگر شہروں سے خواتین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو شب نو بجے تک جاری رہا۔ دعا کا وقت ہوتے ہوتے تقریباً پورا میدان خواتین سے بھر گیا۔ معین المشائخ حضرت سید معین الدین اشرفی الجیلانی نے افتتاحی دعا میں معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے اور پوری دنیا میں امن و امان کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔ حضرت مولانا قمرالحسن بستوی مصباحی (ہیوسٹن امریکہ) نے اپنے اصلاحی خطاب میں فرد کی اصلاح پر زور دیتے ہوئے کہا کہ گھر کی اصلاح اسی وقت ہوتی ہے جب فرد کی اصلاح ہوجاتی ہے اور معاشرے کی اصلاح اس وقت ہوتی ہے جب گھر کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ انھوں نے عورت کے مناقب وفضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورت کا سب سے بڑا لقب اور اس کی سب سے بڑی فضیلت ماں کی حیثیت سے ہے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو ڈاکوؤں کے سامنے سچ بولنے کی ہدایت ان کی ماں سے ملی تھی انہوں نے اپنی ماں سے سیکھا تھا کہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔

سوال و جواب کے سیشن میں معروف و مقبول مفتی محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی (صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور) نے کثیر سوالات کے جوابات دیے۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز میں حضور ﷺ نے تشہد پڑھنے کا حکم اس لیے دیا کہ انہوں نے اپنی نگاہ نبوت سے دیکھ لیا تھا کہ تیرہ چودہ سو سال کے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو میری شان میں گستاخیاں کریں گے۔ تو یہ تشہد، ایمان والوں کے لیے معیار ہوگا۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ بدمذہب وہ ہیں جن کے حضور ﷺ کے تعلق سے نہایت گندے عقیدے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کو گالیاں دی ہیں جو، ان کی کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ انہوں نے خواتین سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ اپنے ماں باپ کو گالیاں دینے والوں سے رشتہ ناطہ توڑ لیتی ہیں تو جو حضور فخر کائنات کو گالیاں دیتے ہیں ان سے بھی تعلق ختم کرلیں، ان کے یہاں شادی بیاہ نہ کریں، ان سے کسی بھی طرح کا کوئی تعلق نہ رکھیں۔ ایک سوال کے جواب میں کہا کہ عورتوں پر ایام حیض ونفاس میں نماز وروزہ معاف ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب عورتیں اللہ کا ذکر نہیں کرسکتیں۔ جب نماز کا وقت ہوجائے تو وہ تسبیح وتہلیل کرتی رہیں، تاکہ عادت بنی رہے اور اللہ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی رہے۔

ایک سوال کیا گیا کہ اگر شوہر تین ماہ تک بیوی سے بات نہ کرے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ بات نہ کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا مگر بیوی پر ضروری ہے کہ شوہر سے بات چیت کرے اس کو خوش کرے۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ عورتوں کو شاہ جہاں نام نہیں رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ ایک مرد بادشاہ کا لقب تھا۔ اگر رکھنا ہی ہے تو کوئی ایسا لفظ لگالیں جس سے عورت ہونا واضح ہوجائے جیسے شاہ جہاں خاتون۔ ایسا نام نہ رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نام میں بڑائی، غرور اور گھمنڈ ٹپکتا ہے۔ یہی حکم اُن ناموں کا ہے جو مرد وعورت میں مشترک ہیں جیسے نسیم، شمیم وغیرہ۔ سید اسے کہتے ہیں جو آل رسول ہو لیکن کچھ علاقوں میں سید سرنیم ہوتا ہے تو کیا اُسے زکوۃ دے سکتے ہیں؟ جواب دیا کہ اسے زکوۃ دے سکتے ہیں اگر ضرورت مند ہے، البتہ اسے مانگنا نہیں چاہیے۔ پلنگ پر نماز نہیں پڑھ سکتے کیوں کہ پلنگ پر توازن برقرار نہیں رہتا۔ اس وجہ سے بھی کہ نماز میں یہ ضروری ہے کہ سجدے میں ناک کی ہڈی جمی ہوئی ہو اور پلنگ پر نماز کا فریضہ صحیح طور پر ادا نہیں ہو پاتا۔

سنی دعوت اسلامی کے سرپرست مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی مصباحی نے خواتین کے اس عظیم الشان اجتماع میں ماں کی فضیلت واہمیت پر فکرانگیز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انسانی رشتوں میں جو رشتہ سب سے زیادہ معظم اور بلند ہے وہ ماں کا رشتہ ہے۔ اللہ عزوجل نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے، ماں زندگی کے تپتے ہوئے صحرا میں اپنے بچوں کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کی حیثیت رکھتی ہے، ماں اپنے بچے کو صرف دودھ ہی نہیں پلاتی بلکہ اخلاق فاضلہ کے جام شیریں سے بھی سیراب کرتی ہے۔ اس لیے ماں جتنی عظیم ہوگی اس کا بچہ بھی اتنا ہی عظیم ہوگا۔

امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکرعلی نوری نے بتایا کہ جو مومن ہوگا وہ مومن سے دوستی کرے گا اور دوستی کا حق اچھی باتیں کہہ کر ادا کرے گا اور بری باتوں سے منع کر کے کرے گا۔ آج گھریلو تعلقات میں بگاڑ اور باہمی انتشار کی وجہ علامات نفاق کا پایا جانا ہے کہ منافق بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے روکتے ہیں۔ افسوس کہ ہماری خواتین اور بچیاں لمحاتی رشتوں کو ترجیح دینے لگی ہیں جس کی وجہ سے گھر کے گھر ویران ہو رہے ہیں جب کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے دائمی عمل کو پسند فرمایا ہے۔

افسوس! آج وہ بچیاں جو ابھی بارہ تیرہ سال کی ہوتی ہیں ان کے ذہن وفکر میں ازدواجی زندگی سے متعلق خیالات جڑ پکڑنے لگتے ہیں اور اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے چکر میں ہماری بچیاں بے شمار غلطیاں کر بیٹھتی ہیں جب کہ ان کی یہ عمر۔ اس لائق ہے کہ وہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحات حصول علم میں گزاریں۔ اپنے اندر کردار وعمل کی پختگی پیدا کریں۔ ساتھ ہی والدین کے حقوق کو ادا کریں اور اپنی دینی ذمے داریوں کو انجام دیں۔ خواتین اس بات پر خاص نگاہ رکھیں کہ ہماری بچیاں وہ کام ہرگز نہ کریں جن کی ادائیگی ان کے والدین کی ذمے داری ہے۔ پہلے روز کے اجتماع کا اختتام شب دس بجے امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری کی پرسوز دعا پر ہوا۔

اجتماع کا دوسرا دن: اجتماع کا آغاز یوں تو تہجد کے وقت ہی شروع ہوگیا تھا جو نماز ظہر تک چلا۔ دوسرا سیشن بعد نماز ظہر ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ مولانا محمد فروغ القادری (سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن، گلاسکو) نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ امن وامان کا قیام اور دہشت گردی کا خاتمہ صرف اور صرف عشق رسول سے ہی ممکن ہے۔ آج دنیا کی طاقتیں اگر کسی سے خائف نظر آتی ہیں تو وہ مسلمان ہیں، ایسے مسلمان جن کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن ہو۔ آج دنیا میں بنام اسلام جہاں جہاں دہشت گردی، ظلم، شیطنیت اور بہیمیت ہو رہی ہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتے کیوں کہ جو نبی کا غلام اور عاشق رسول ہوتا ہے وہ کبھی دہشت گردی اور امن وامان کو غارت نہیں کرتا۔

مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی نے ”اسلام اور امن عالم“ کے موضوع پر نہایت معلوماتی، فکرانگیز اور بصیرت افروز خطاب فرماتے ہوئے اسلام سے قبل دنیا کے حالات کا سرسری جائزہ پیش کیا، اس زمانے کے معاشروں اور حکومتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ کس طرح انسانوں کے ساتھ غیرانسانی سلوک کرتے اور اس زمانے کے معاشرے کس طرح اپنی زندگی گزارتے تھے۔ اسی پس منظر میں مفکر اسلام نے حضور ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کے نظام انصاف پر بہت پرمغز گفتگو فرمائی۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام نے امن عالم کی بنیاد احترام انسانیت پر رکھی ہے۔ اللہ نے انسان کو اپنی مخلوقات میں بہترین تخلیق قرار دیا ہے یہاں تک کہ قرآن مجید میں اس تخلیق کو احسنِ تقویم قرار دیا ہے۔ دنیا سے اس وقت تک ظلم کا خاتمہ نہیں ہوسکتا جب تک نظام عدل قائم نہ کر دیا جائے۔ دنیا میں آج امن وامان اس لیے نہیں کیوں کہ آج لوگوں پر ظلم ہو رہا ہے، ان کی حق تلفی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ قتل وقتال کیا جا رہا ہے۔ امن کا قیام اسی صورت میں ممکن ہے کہ انتقام کی روایت کو مکمل طور پر فنا کر دیا جائے۔

سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے سوال وجواب کے سیشن میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جائز کاموں پر کمیشن لینا جائز ہے اور ناجائز کاموں پر کمیشن لینا جائز نہیں کیوں کہ کمیشن ایک قسم کی مزدوری ہے چوں کہ کمیشن لینے والا کام کرنے کے لیے محنت کرتا ہے، آتا جاتا ہے اور وقت صرف کرتا ہے اس لیے اپنی محنت کا اجر لیا جاسکتا ہے۔ ایک سوال کیا گیا کہ کیا مومن کے جھوٹے میں شفا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایسی کوئی روایت یا حدیث میری نظر سے نہیں گزری ہاں مومن کا جھوٹا پاک ہے اسے کھایا اور پیا جاسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا جائز نہیں لیکن دینی کاموں مثلاً مسجد ومدرسے کے لیے چندہ کرنا جائز ہے۔ ایک سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے بھانجے کو گود لیا تو کیا ماموں کی وراثت میں اور اپنے حقیقی والد کی وراثت میں بھی حصہ ملے گا؟ فرمایا کہ بھانجے کو، یا اور کسی کو، گود لینے سے اس انسان کی وراثت میں اس بچے کو حصہ نہیں مل

سکتا۔اس سلسلے میں انہوں نے ایک اصول بیان فرمایا کہ وراثت ان لوگوں کو جاری ہوتی ہے جو حقیقی بچے ہوتے ہیں یا جو قریبی رشتے دار ہوتے ہیں۔ہاں گود لیے ہوئے بچوں کو عطیہ وغیرہ دیا جاسکتا ہے۔وراثت کے ایک مسئلے کے بارے میں کہ عورت کو ایک حصہ کیوں ملتا ہے اور مرد کو ڈبل کیوں دیا جاتا ہے؟اس سلسلے میں مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ شوہر کے ذمے دو قسم کے خرچ ہوتے ہیں اپنا بھی اور اپنی بیوی بچوں کا بھی جب کہ عام حالات میں لڑکی کے ذمے صرف اپنا خرچ ہوتا ہے اس لیے اسے ایک حصہ دیا جاتا ہے اور جب لڑکی شادی کے بعد اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے تو اپنے شوہر کی جائیداد میں بھی حصہ دار ہوتی ہے۔بزنس ویزے پر حج وعمرہ کرنا دو وجھوں سے حرام ہے کیوں کہ ایک تو آپ جھوٹ بولتے ہیں کیوں کہ آپ تو عمرے یا حج کے لیے جارہے ہیں لیکن حکومت کو یہ بتارہے ہیں کہ آپ تجارت کے لیے جارہے ہیں اور دوسری وجہ یہ کہ آپ اپنی حکومت کو بھی فریب دے رہے ہیں اور جہاں جارہے ہیں اس کو بھی فریب دے رہے ہیں لیکن اس ویزے سے حج وعمرہ ہوجائے گا۔

اس سہ روزہ بین الاقوامی اجتماع کے روح رواں اور سنی دعوت اسلامی کے امیر حضرت مولانا محمد شاکر علی نوری نے توبہ واستغفار کی اہمیت پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج اُمت مسلمہ کے اندر احساس گناہ ختم ہوچکا ہے یہی وجہ ہے کہ آج لوگوں کی زندگیاں گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔یہ تو اللہ عزوجل کا بے پناہ فضل ہے کہ وہ ہم سے بے حد پیار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے ہماری بخشش کے لیے مختلف بہانے بھی بنائے ہیں۔اس نے اپنے پیارے رسول کو حکم دیا کہ اے نبی آپ مومنین ومومنات کے لیے استغفار کیجیے اور توبہ کو کامیابی کے حصول کا ذریعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو!اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو،اس امید پر کہ فلاح پاسکو۔ہمارے نبی گناہوں سے پاک ہونے کے باوجود تعلیم اُمت کے لیے ستر سے زائد بار استغفار کرتے تھے۔توبہ کرنے والے کے بارے میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے بشارت عطا فرمائی ہے کہ جس کے نامہ اعمال میں استغفار کی دولت پائی جائے اس کے لیے خوش خبری اور مبارک بادی ہے۔

مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی(امریکہ) نے ''بعثت انبیا کے مقاصد'' کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ انبیاے کرام نے شرک کو اپنے اپنے معاشروں سے دور فرمایا اور انہیں توحید کی جانب مائل کر کے خداے عزوجل کی بارگاہ میں جھکا دیا۔ہمیں آج اسلام کی قدر اس لیے نہیں کہ ہم روایتی طور پر مسلمان ہیں،ہمارے باپ،دادا مسلمان ہیں اور ہماری پیدائش مسلم گھروں میں ہوئی ہے اس لیے ہمیں اسلام کی قدر نہیں۔انہوں نے سامعین سے اسلام کو تاریخ کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے واقعات کے تناظر میں سمجھنے کی تلقین کی۔آپ نے کہا کہ پیغمبر کی بعثت کا مقصد یہ نہیں کہ آپ روایتی طور پر مسلمان بن جائیں اور کسی مسلمان گھر میں پیدا ہوجائیں تو کافی ہے۔نہیں،ہر گز نہیں بلکہ پیغمبر کی بعثت کا مقصد فکر وعمل کی اصلاح ہے،بعثت کا مقصد توحید ورسالت کا اقرار ہے اور رسالت کے جو تقاضے ہیں ان کا مکمل طور پر اقرار کرنا ہے اور دل سے تصدیق کرانا ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا قاری ظہیر الدین خاں رضوی(خطیب وامام اسماعیل حبیب مسجد ممبئی)نے اپنے فکر انگیز اور بصیرت افروز خطاب میں سورہ فاتحہ کی فضیلت اور اس کے اسرار ورموز بتاتے ہوئے کہا کہ یہ سورت مکی بھی ہے اور مدنی بھی ہے۔ہر سورت ایک بار اتری مگر یہ دوبار اتری ہے۔اس کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی۔سورہ فاتحہ کے ایک لفظ **نستعین** بتاتا ہے کہ اسلام جماعت اور اتحاد کا حکم دیتا ہے،کیوں کہ یہ جمع کا صیغہ ہے۔اسلام جماعت چاہتا ہے،ایاک میں ک سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہم سب جماعت ہیں اور اللہ اکیلا ہمارا خدا ہے اور وہ ہمارے لیے کافی ہے۔

بلبل باغ مدینہ الحاج رضوان خان(پرنسپل ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی)،الحاج سید محمد رضوی،الحاج محمد راشد رضوی وغیرہ بھی وقتاً فوقتاً اپنی مدھر آواز سے سامعین کے ایمانی ذوق کی خوب خوب ضیافت کرتے رہے۔جیسے جیسے دن کی روشنی شام کی تاریکی میں بدلتی رہی ویسے ویسے آزاد میدان سامعین سے بھرنے لگا۔نمازوں کے اوقات میں با جماعت نمازیں ادا کی جاتی رہیں اور اس طرح سہ روزہ اجتماع کا دوسرا دن نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

اجتماع کا آخری دن: تیسرے دن کے اجتماع کا باضابطہ آغاز صبح دس بجے ہوا۔جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے ایک ہونہار طالب علم نے عربی زبان میں خطاب کیا،بعدہ مفتی توفیق احسن برکاتی مصباحی(چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی)نے ''امام احمد رضا قادری اور تعمیر شخصیت'' کے موضوع پر نصف گھنٹہ خطاب کیا کہ مجدد اسلام امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ نے کتابیں تصنیف کیں،فتاوی بھی تحریر کیے اور اُمت مسلمہ کو نبی کونین ﷺ سے سچے عشق کی پہچان کروائی۔اسی طرح ان

کا بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے ماہر اساتذہ، مناظرین، مصنفین اور قائدین کی ایسی جماعت تیار کی اور ان کی علمی وفکری تربیت اس نہج پر کی کہ وہ آپ کے بعد آپ کے تجدیدی مشن کو نہ صرف زندہ رکھیں بلکہ خوب آگے بڑھائیں گویا شخصیت کی تعمیر بھی امام احمد رضا قدس سرہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

نماز ظہر تک مقامی علما و مبلغین اور نعت خواں سامعین کی تربیت کرتے رہے۔ نماز ظہر کے بعد سنی دعوت اسلامی کے مرکزی ادارہ جامعہ غوثیہ نجم العلوم، جامعہ حرا مہاپولی، بھیونڈی، دارالعلوم انوار مدینہ ملاڈ اور دیگر دوداروں سے فارغ ہونے والے علما، حفاظ اور قرا کی دستار بندی کی گئی اور درجہ فضیلت سے فارغ ہونے والے طلبہ کی ختم بخاری شریف حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی مصباحی (شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ) نے کرائی۔ اس موقع پر آپ نے بخاری شریف کی اہمیت اور امام بخاری کے مناقب بیان فرمائے اور آخری حدیث کی تشریح میں نہایت معلومات افزا باتیں سامعین کے نذر کیں۔

پیر طریقت حضرت سید تنویر ہاشمی بیجا پوری نے بڑے معلوماتی، اور جذباتی خطاب میں فرمایا کہ دین کی دعوت کے لیے اخلاق و کردار کی ضرورت ہوتی ہے، داعیان دین جب تک عمدہ اخلاق وصفات کے ساتھ دین کی تبلیغ کرتے رہے دین فروغ پاتا رہا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اپنے عمدہ اخلاق و کردار سے یہاں کے لوگوں کا دل جیت لیا جس کی وجہ سے ان کے مقدس ہاتھوں پر بے شمار لوگوں نے دین اسلام قبول کرلیا۔ ہندوستان پر حکومت چاہے کسی کی بھی ہو مگر اصل حکومت تو حضرت خواجہ غریب نواز کی ہی رہے گی۔ حضرت موصوف نے سنی دعوت اسلامی اور اس کے امیر حضرت مولانا محمد شاکر نوری کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ یہ تحریک صحابہ کرام کی تحریک ہے، غوث پاک کی تحریک ہے، خواجہ غریب نواز کی تحریک ہے، امام احمد رضا کی تحریک ہے، اہل سنت کی تحریک ہے اس لیے اس کی تائید وحمایت ہم سب کی ذمے داری ہے۔

یو۔کے میں سنی دعوت اسلامی کے نگراں جناب عارف پٹیل نے انگریزی میں سنی دعوت اسلامی کے پچیس سال مکمل ہونے پر اس کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سنی دعوت اسلامی پچیس سالوں سے امن وامان اور دوستی ومحبت کا پیغام عام کر رہی ہے۔ سنی دعوت اسلامی نے ملک بھر بلکہ ملک سے باہر بھی محبت، اخوت، رواداری کو فروغ دیا ہے اور آج بھی دے رہی ہے۔

محقق مسائل جدیدہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر پاؤں پر پلاسٹر چڑھا ہوا ہو تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر مسح کرنا کافی ہے اور باقی کھلے ہوئے حصے کو دھونا ضروری ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ کسی دوا میں خنزیر یا کوئی حرام جز ملا ہے، اس وقت تک اس کا استعمال جائز ہوگا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم اپنے فیصلے باہمی طور پر حل کرلیں تاکہ ہم اپنے ملک کی کورٹ اور کچہری کا تعاون کرسکیں اور ان پر بوجھ نہ پڑے۔ دانش مندی یہ نہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو کورٹ کچہریوں میں لے جا کر ججوں کا وقت ضائع کیا جائے۔

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا سجدہ کس طرح کرے؟ کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ ایسا نمازی مریض جو واقعی معذور ہو وہ اشارے سے رکوع وسجود کرے۔ رکوع کے لیے اتنا سر جھکائے کہ پتہ چل جائے کہ رکوع کر رہا ہے اور سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارے سے زیادہ پست کرے۔ جب نمازی سجدہ کرنے سے معذور ہو گیا تو سامنے کرسی، میز، یا اور کوئی بلند چیز رکھ کر اس پر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اگر کوئی مریض میز وغیرہ پر سجدہ کرتا ہے تو بھی نماز ہو جائے گی مگر یہ فرض، واجب یا سنت نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز میں قیام فرض ہے اگر کسی کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے اور قرائت کرسکتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ کھڑا ہو کر ہی تکبیر تحریمہ کہے اور قرائت کرے اور جب کھڑا ہونے سے عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے۔ اگر کوئی کھڑا ہونے کی طاقت ہونے کے باوجود ابتدا سے ہی بیٹھ کر نماز پڑھے تو ایسے کی نماز نہیں ہوگی کیوں کہ اس نے بلا عذر ایک فرض کو ترک کیا۔ بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ انھیں بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا چاہیے یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ قیام جس طرح مردوں پر فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔

سہ روزہ اجتماع کے آخری دن امیر سنی دعوت اسلامی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج کا انسان ہر چیز کی تحقیق میں لگا ہے وہ ادنیٰ سے ادنیٰ اشیاء کی تحقیق وتفتیش میں اپنا قیمتی وقت صرف کر رہا ہے مگر افسوس وہ اپنی ذات پر ریسرچ نہیں کر رہا ہے کہ وہ کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ انسان زمین سے لے کر آسمان تک کی تمام چیزوں کی تہ تک پہنچ جاتا ہے مگر وہ اس

بات پر غور نہیں کرتا کہ اللہ نے اسے جو نعمتیں دی ہیں، اسے عقل و فکر اور اعضا دیے ہیں ،انہیں کس مقصد میں لگایا جائے ۔ حضور اکرم ﷺ کی مشہور سنتوں کے علاوہ متروک سنتوں پر بھی عمل کرنے کا عہد کرو اور اپنے وجود کو اپنے پیارے آقا ﷺ کے نقش قدم پر چلانے کی کوشش کرو۔ عید میلاد النبی ﷺ کی آمد آمد ہے اس سلسلے میں امیر سنی دعوت اسلامی نے اپیل کی کہ اس موقع پر بیہودہ خرافات سے بچو، ڈی جے وغیرہ غیر شرعی کاموں میں پڑ کر اسلام کو بدنام نہ کرو، دل آزار نعروں سے اجتناب کرو اور جلوس میں نماز کے اوقات میں نماز کی پابندی کا خاص خیال رکھو۔

آخر میں امیر سنی دعوت اسلامی نے اپنے بصیرت افروز خطاب میں سامعین کو خاص طور پر ۵ باتوں پر عمل کرنے کی تلقین کی (۱) جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے وہ سال بھر میں قرآن پڑھنا سیکھیں۔ (۲) فحش گانے اور منشیات سے بچیں۔ (۳) وقت کی بربادی اور فضول خرچی سے بچیں۔ (۴) آقائے کریم ﷺ سے متعلق اسی عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہیں جو قرآن وسنت میں موجود ہیں اور جسے صحابہ کرام اولیائے کرام وصلحائے اُمت نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ (۴) اور یہ عزم کریں کہ کم کھائیں گے مگر اپنے بچوں کو پڑھائیں گے۔

مولانا قمر الحسن بستوی (امریکہ) نے خدائے عزوجل کی وحدانیت پر اپنے تفصیلی خطاب میں فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر اسی نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔ حضور ﷺ کی بشریت حضور کی خصوصیت سے ہے۔ حضور کی صفت اس سے اچھی کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ انھوں نے کہا کہ بشر ہونے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں کہ ان کو پورا کیے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا مگر ہمارے نبی ایسے بشر ہیں جو ہماری طرح نہیں۔ ان کی بشریت ہماری بشریت کی طرح نہیں۔ حضور ﷺ صوم وصال رکھتے تھے یعنی کئی کئی روز تک کچھ کھاتے پیتے نہ تھے تو صحابہ کرام نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کر دیا لیکن وہ کمزور ہونے لگے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم میری طرح نہیں ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اگر کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں تو ان کے جسم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا مگر عام انسانوں کے جسموں کو نہ کھانے پینے سے ضرور نقصان ہوگا وہ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

خطیب اعظم مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی نے سہ روزہ اجتماع کے آخری دن اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ پیغمبر اسلام نے قرآن کی صورت میں دنیا کو ایک عظیم نظام زندگی اور دستورِ حیات سے آشنا کیا۔ نزول قرآن سے پہلے دنیا کے انسان وحشت کی زندگی گزار رہے تھے۔ پیغمبر اسلام نے ایک ایسا معاشرہ قائم فرمایا جس کی بنیاد اُن آفاقی اصولوں پر قائم تھی جو ،ہر دور کے لیے یکساں قابل عمل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دنیا کو تہذیب وشائستگی سے آشنا کیا اور ایک مکمل نظام اخلاق عطا فرمایا، پہلی بار دنیا کو حقوق انسانی سے متعارف کروایا۔ پیغمبر اسلام نے انسانوں کو غلامی سے آزاد فرما کر خدا کی بندگی کا شعور عطا فرمایا، ہر فرد کو مساوی حقوق عطا فرمائے ،طبقاتیت کا خاتمہ فرمایا، غیر انسانی نظریات کا قلع قمع کیا جس کی بنیاد نسلی، لسانی، علاقائی، طبقاتی احساس برتری پر رکھی گئی تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے عورتوں کو برابر حقوق عطا فرمائے، یتیموں، بیواؤں اور مجبوروں کی دادرسی فرمائی۔ دنیا کو غلامی سے پاک فرمایا اور ایسے قوانین عطا فرمائے جس کے ذریعے سے ہر انسان کو عزت وراحت کی زندگی میسر آئی۔ پیغمبر اسلام نے مساوات کا ایسا آئین پیش فرمایا جس پر عمل کر کے دنیا کا ہر انسان باعزت اور باوقار زندگی گزارے گا۔ قبائل پرستی اور علاقائیت وغیرہ کا خاتمہ کر کے جمہوری نظام قائم فرمایا جس کی بنیاد شوریٰ کے فیصلوں پر رکھی گئی اور شورائی نظام کو قرآنی احکام کے تابع کیا گیا۔ مزدوروں اور کسانوں کو ان کی محنت کا بہترین صلہ عطا فرمانے کے لیے قوانین عطا فرمائے ۔ معاشرتی انصاف کے لیے اخلاقیات کا ایک ایسا نظام عطا فرمایا جس کے ذریعے معاشرے کے ہر فرد کو امن وسکون اور عزت ووقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع میسر آسکے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا نے انسانوں کو حقوق دیے ہیں ،پیغمبر اسلام نے کئی صدیوں پہلے اس سے بہتر نظام سے دنیا کو آشنا فرمایا ہے۔ اسلام نے مدینہ کی سرزمین سے دنیا کو سب سے پہلا ایسا نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال دنیا آج تک پیش نہ کرسکی۔

اخیر میں حضرت امیر سنی دعوت اسلامی نے پرسوز اجتماعی دعا فرمائی، پورے میدان کی روشنی بجھا دی گئی۔ تصورِ مدینہ کرایا گیا، لاکھوں عاشقان رسول سے بہت دیر تک آزاد میدان آمین ،آمین ، آہوں، سسکیوں سے گونجتا رہا۔ سنی دعوت اسلامی کی جانب سے الحاج محمد عثمان نے علما، مشائخ ،مبلغین ،سامعین ، مرکزی وریاستی حکومت اور مقامی انتظامیہ، پولیس اور میڈیا سے وابستہ افراد کا شکریہ ادا کیا اور یوں سہ روزہ اجتماع کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا۔

☆ ایڈیٹر ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی

بزم سخن

نعت شریف

سر زمین طیبہ کے ایک ایک گوشہ میں روح زندگانی ہے
کیا حسین منظر ہے ، صبح بھی معطر ہے ، شام بھی سہانی ہے

ہم غلام ہیں ان کے ، دین اور دنیا پر جن کی حکمرانی ہے
جس طرح بھی وہ چاہیں اپنے قدموں میں رکھیں ان کی مہربانی ہے

وہ محمد عربی جس نے مقصد ہستی ، کل جہاں کو سمجھایا
اس کے عشق کی حد تک زندگی حقیقت ہے ورنہ اک کہانی ہے

لطف جاں نثاری کو ، اہل عقل کیا سمجھیں یہ بلال سے پوچھو
سرورِ دو عالم کے نقش پا پہ مٹ جانا عین زندگانی ہے

ہم زمیں پہ رہتے ہیں، عرش ہے مقام ان کا ، پھر بھی ایک نسبت ہے
جیسے ذرے ذرے میں ، آفتاب عالم کا عکس ضوفشانی ہے

آسماں بھی ہے خنداں ، کہکشاں بھی ہے رقصاں، کل فضا ہے نور افشاں
بول اے شب اسریٰ ! آج عرش اعظم پر کس کی مہمانی ہے

اشک دردِ فرقت کا راز پوچھتے کیا ہو ، اے سعید یوں سمجھو
چشم نم کے حلقے میں رہ گیا تو موتی ہے بہہ گیا تو پانی ہے

پیش کش: کامل احمد نعیمی بذریعہ فیس بک

ذرہ ذرہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے

میل یہ کھاتا نہیں اسلام کے دستور سے
کافروں کو عشق ہو جائے خدا کے نور سے
اک طرف اللہ دیتا ہے صدائے اقتراب
دوسری جانب صدائے لن ترانی طور سے
کوئی تو سمجھائے اس رمزِ حقیقت کا پتہ
جو انا الحق کی صدا نکلی لب منصور سے
عرق اس کا سوکھنے سے قبل اجرت دے اسے
کام لیتا ہے اگر کوئی کسی مزدور سے
زاہدانِ عشق کی طاعت کا یہ انداز دیکھ
حرص جنت ہے غرض نہ ان کو کوئی حور سے
جس کے دل میں ہے نبی کے عشق کا دریا رواں
دیکھتا ہے وہ نبی کا شہر کوسوں دور سے
زائرین سوئے طیبہ کا نظارہ دیکھ کر
آہ نکلے کیوں نہ قلب عاشق رنجور سے
جذبۂ صادق سلامت ہے وصی صاحب اگر
آئے گا میرا بلاوا بھی درِ پر نور سے

نتیجۂ فکر
ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی ملنگوا، ضلع سرلاہی (نیپال)

نعت مقدس

نتیجہ فکر
پھول محمد نعمت رضوی
پرنسپل تبلیغیہ کنز العلوم بنکل چھپرہ
میگھ سیلوت مظفر پور (بہار)
9431675135

دل میں ہے ان کی محبت اس میں شک کوئی نہیں
ہے یقیں مجھ کو بھی بلوائیں گے ایک دن مصطفےٰ
برکتیں خود اس کے گھر کا کرنے لگی ہیں طواف
مومنوں کے درمیاں ہے آج بھی یہ یادگار
مرتبہ ماں کا بتایا ہے میرے سرکار نے
جتنے بھی آئے جہاں میں انبیاء و مرسلیں
ان کے در کی حاضری ہوگی ہمیں نعمت نصیب

بڑھ گئی ہے میری عزت اس میں شک کوئی نہیں
جاؤں گا کرنے زیارت اس میں شک کوئی نہیں
بیٹیاں لاتی ہیں رحمت اس میں کوئی شک نہیں
حضرت جابر کی دعوت اس میں کوئی شک نہیں
ماں کے قدموں میں ہے جنت اس میں کوئی شک نہیں
سب پہ ان کی ہے فضیلت اس میں کوئی شک نہیں
مل ہی جائے گی اجازت اس میں کوئی شک نہیں

نعت شریف

منافقوں کیا بتاؤں کیا کیا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے
نظام دونوں جہاں کا سارا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

وہ گمرہی سے نجات دیں گے تو خود کو ان کے سپرد کردے
ہر ایک منزل ہر ایک رستہ رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

وہ جس کسی کو معاف کردیں خدا بھی اس کو معاف کردے
گناہگاروں کو بخشوانا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

خدا کے محبوب بھی وہی ہیں، خدا کے مطلوب بھی وہی ہیں
بہ ایں سبب نبض دہر تنہا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

کسی کو دربار میں بلانا ، کسی کو خوابوں میں شاد کرنا
رسول اکرم کے ہاتھ میں تھا، رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

دیارِ طیبہ میں حاضری کی کسے تمنا نہیں ہے لیکن
ہمیں بلانا ، ہمارا جانا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی، وہ جس کو چاہیں گے پار ہوگی
ہر ایک کشتی ہر اک کنارہ رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

وہی ہیں ساقیِ حوضِ کوثر ، فقط وہی ہیں شفیع محشر
خدا سے امت کو بخشوانا رسول اکرم کے ہاتھ میں ہے

وسیم کشکول لے کے دردر میں کیوں پھروں جب پتہ ہے مجھ کو
کہ دونوں عالم کا ہر خزانہ رسولِ اکرم کے ہاتھ میں ہے

نتیجۂ فکر: وسیم مینائی، تارین جلال نگر۔شاہجہاں پور (یوپی) 09335997763

منقبت درشانِ محبوب العلماء روشن القادری

خدمت اسلام کے مرغوب روشن قادری
مسلک احمد رضا مطلوب روشن قادری

آپ نے جو کی ہے خدمت گلشن اسلام کی
پھل ملے گا بدلے میں مرغوب روشن قادری

تھے خلیفہ مفتی اعظم کے روشن قادری
ان کی نظروں میں رہے محبوب روشن قادری

خانوادہ اعلیٰ حضرت سے عقیدت تھی بہت
نسبتوں کا فاش تھا مطلوب روشن قادری

نام تاریخی پڑا ''محبوب مکرم رضا''
اس لئے محبوب تھے محبوب روشن قادری

وعظ میں تقریر میں سب کو پلاتے جھوم کر
عشق اعلیٰ حضرت کا مشروب روشن قادری

علم عروض کا امام کہتے تھے یہ اہل سخن
''عین العروض'' ہے ثبوت محبوب روشن قادری

تھے فقیہ عصر بلکہ تھے فرائض کے امام
کوئی گوشہ نہ رہا محجوب روشن قادری

تھا ادب میں خاص ملکہ نظم ہو کہ نثر ہو
نعت گوئی تھی مگر محبوب روشن قادری

شغل تھا فتویٰ فرائض درس بھی مطلوب تھا
تھے سبھی فن آپ کو مرغوب روشن قادری

کہتے ہیں کنز القوافی اہل دانش آپ کو
شاعری میں نام ہے مکتوب روشن قادری

آپ نے جو عمر پائی تھی چھہتر سال کی
خدمت دیں میں ہوئی محسوب روشن قادری

میں نے دیکھا بائس سالہ کی رفاقت میں انہیں
تھا بزرگوں کا ادب مطلوب روشن قادری

حضرت فاضل بہاری کی امانت آپ تھے
موت کے آگے ہوئے مغلوب روشن قادری

تیس مارچ سال پندرہ بعد وفات ایک دن
خاک میں تم ہو گئے محجوب روشن قادری

چار بیٹے چار بیٹی پھر میری استانی ماں
سب کی ہے عزت مجھے مطلوب روشن قادری

نور کی بارش رہے ہوتی تمہاری قبر پر
ہم سبھی کو ہے یہی مطلوب روشن قادری

کامیابی ہے ملی ثاقب کو جس کے نام کی
تری جانب ہو گیا منسوب روشن قادری

نتیجہ فکر: مفتی عبدالغفار ثاقب رضوی، قاضی ادارہ شرعیہ دربھنگہ کمشنری (بہار)

یہ گلی زہرا کے گھر کی ہے

سنئے بغور بات یہ طیبہ نگر کی ہے
جنت کنیز آقا کے نورانی در کی ہے

آنا کبھی نہ آپ اجازت لیے بغیر
روح الامین! یہ گلی زہرا کے گھر کی ہے

سرکار صرف اپنی غلامی عطا کریں
ہرگز نہ مجھ کو جستجو مال و زر کی ہے

فتویٰ نہ بدلا ان کا، حکومت بدل گئی
کیا بات اے رضا ترے نورِ نظر کی ہے

دِکھتی نہیں ہیں تجھ کو جو آقا کی عظمتیں
اے نجدیاں خرابی یہ تیری نظر کی ہے

اظہار کو بھی طیبہ بلا لیجئے حضور
خواہش نہیں اب اور کسی بھی سفر کی ہے

نتیجۂ فکر
(حافظ) محمد اظہار خاں اظہار
مہمند ہدف، شاہ جہاں پور، (یوپی)
9305412583

روحانی علاج

حل المشکلات

خط و کتاب کا پتہ
۴۹۰۰، گلی مفتی صاحب
والی، باڑہ ہندوراؤ، دہلی ۶
فون نمبر: 011-23626129

قاضی اہل سنت ، مفتی اعظم دہلی حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی

حضرت مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرست رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے (آمین)

میری سالی شبانہ، والدہ کا نام نور بانو بیگم، انھوں نے سونے کی ۴ چوڑیاں ہاتھ میں پہن رکھی تھیں کچھ دیر بعد انھوں نے ۴ چوڑیاں کسی ہینگر میں لٹکا دیں۔ دو تین گھنٹے بعد دوبارہ چوڑیوں کے پاس گئیں تو اس ہینگر میں ۲ چوڑیاں ملیں ۲ غائب ہوگئیں۔ حضرت کوئی تعویز اور کچھ پڑھ کر بتا دیں آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی۔ فقط والسلام **محمد انور**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یَاقَادِرُ یا قَدِیْرُ یا قَوِیُّ یا مُعِیْدُ۔

بجق انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر نماز کے بعد ۲۱ بار، فجر ومغرب کے بعد پوری ایک تسبیح مع اول وآخر درود شریف۔ مل جانے پر عمدہ کھانا پر فاتحہ کی نیت سے پڑھے۔

☆☆☆

حضرت مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے لڑکے کے اوپر شیطانی اثرات ہوگئے تھے، حاکم الدین نے تعویذ دیا تو لڑکا ٹھیک ہوگیا مگر اس کی گھر والی کے اوپر اثر ہوگیا۔ پھر حاکم الدین نے تعویذ دیا تو ایک دو دن ٹھیک رہی اب پھر وہی حالت ہوگئی ہے جب اثر ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ تم اپنے گھر کا علاج کراؤ۔ سرکار بہت پریشان ہیں نگاہ کرم فرمائیں۔ فقط السلام

آپ کا غلام خورشید قادری ڈھانہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم سب سے پہلے خوب اچھی غسل پھر وضو کر کے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہ آئندہ اپنے گھر میں کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کروگے۔ پھر پورے گھر کو باوضو اچھی طرح دھودو پھر اونچا شریف کی اگربتی جلا کر کسی صحیح العقیدہ سنی صحیح پڑھنے والے سے روزانہ سورۂ بقرہ پڑھوا کر پانی پر دم کرا کے روزانہ استعمال کرتے رہو۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے والدین کے درمیان نااتفاقی رہتی ہے اور ہمیشہ لڑائی جھگڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ طلاق تک بات پہنچ جاتی ہے جب کہ والد صاحب کی عمر 45 سال اور والدہ کی عمر 40 کے درمیان ہے۔ ہم تین بھائی ایک بہن غیر شادی شدہ ہیں ہماری پرورش میں تین سال سے بہت فرق پڑا ہے۔ کوئی عمل ایسا بتائیں کہ جس کو گھر پر کرسکوں یا کوئی دعا آپ فرمادیں۔

میری مدد کی جائے اور اس مشکل سے نجات ہوجائے۔ فقط والسلام

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم فجر اور مغرب کی نماز کے بعد الحمد شریف، آیۃ الکرسی، چاروں قل اول وآخر درود شریف کے ساتھ پڑھ کر سات کنوؤں کے پانی پر دم کیا کرو وہ پانی صبح وشام کمرے کے چاروں کونوں اور دیواروں پر چھینٹے دیا کرو، ختم ہونے سے پہلے انھیں سات میں سے ایک کا پانی ملا لیا کرو۔

☆☆☆

حضرت مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میری بیوی مجھ سے بہت جھگڑا کرتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری اور میرے بچوں کی زندگی ٹھیک ہوجائے۔ گھر میں خیر وبرکت نہیں۔ سرکار نظر کرم فرمائیں۔

جمیل احمد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم ہر نماز کے بعد اسی جگہ کسی سے بولنے سے پہلے یہ دو تسبیح مع اول وآخر درود شریف پڑھ کر اپنی دونوں، ہتھیلیوں پر دم کر کے اپنے چہرے پر پھیر لیا کرو پھر پانی کی شیشی میں دم کیا کرو۔ وہ پانی کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دیا کرو۔ وہ سب کھا سکتے ہیں تم بھی کھا سکتے ہو۔ پانی ختم ہونے سے پہلے اور پانی ملاتے رہا کرو۔

☆☆☆

جن حضرات کے ذمہ ماہ نامہ کنزالایمان کی ماہانہ فیس باقی ہے ، وہ براہِ کرم ادا کردیں اور تعاون فرمائیں۔ (ادارہ)

ملتی ہے دار الشفاء سے سب مریضوں کو شفا — پیش محبوب خدا میری شفاعت کیجئے
اے طبیب درد عصیاں غوثِ اعظم دستگیر — پیر پیراں میر میراں غوث اعظم دستگیر
(روشن القادری)

عرس عظیمی و محبوب العلماء کانفرنس

بظل کرامت: شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ رضا قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

بسلسلۂ عرس وسراپا قدس عاشق غوث الوریٰ اعلم العلماء افقہ الفقہاء کشف الظلام

حضرت مولانا مفتی الشاہ محمد عظیم الدین فاضل بہاری خلیفۂ حضرت حجۃ السلام علیہما الرحمۃ والرضوان پوکھریرا شریف

عظیم الشان اجلاس وطرحی غوثیہ مشاعرہ

بسلسلۂ عرس قاضیٔ شریعت فقیہ ملت امام الفرائض والعروض خلیفۂ مفتی اعظم ہند

محبوب العلماء حضرت مفتی محبوب رضا روشن القادری علیہ الرحمۃ والرضوان خانقاہ قادریہ عظیمیہ دائرۃ العظیم مدرسہ محلہ پوکھریرا شریف

بمقام: رضا منزل مدرسہ محلہ پوکھریرا شریف ضلع سیتامڑھی (بہار)

مصرع طرح: تخیل کے سوا اونچی ہے رفعت غوث اعظم کی قوافی: صورت، جنت، رحمت (وغیرہ) ردیف: غوث اعظم کی

پروگرام

بتاریخ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴ر فروری ۲۰۱۶ء بروز اتوار بوقت ۹ بجے دن طرحی غوثیہ مناقبہ مشاعرہ بعد نماز مغرب تلاوت قرآن عظیم، نعت پاک بعدہٗ تقاریر صلوٰۃ وسلام فاتحہ

بتاریخ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵ر فروری ۲۰۱۶ء بروز پیر (یک شنبہ) بوقت صبح ۷ بجے قرآن خوانی بعدہ رسم چادر پوشی وگل پوشی منقبت وصلوٰۃ وسلام فاتحہ خوانی

رونمائی: انشاء اللہ حضرت محبوب العلماء کی لکھی ہوئی منقبت بنام ''مناقب روشن'' کا اجراء بھی کیا جائے گا۔

اپیل: مقامی و بیرونی علمائے کرام وشعرائے عظام کی کثیر تعداد شریک اجلاس ہوگی۔ شمع نبوت کے پروانوں وغوث اعظم کے عقیدت مندوں سے عرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر دلوں کو مستنیر فرمائیں وجلسہ کو کامیاب کر کے مستفیض ہوں۔

الداعی الی الخیر: شہزادۂ محبوب العلماء ہمدرد قوم وملت مولوی مشاہد رضا اجمل القادری،
رضا منزل خانقاہ عظیمی مدرسہ محلہ پوکھریرا شریف ضلع سیتامڑھی (بہار)

ناشرین: اراکین انجمن عظیمی رضا منزل مدرسہ محلہ پوکھریرا شریف، وایا رائے پور، ضلع سیتامڑھی (بہار)

Mob.: 9892246099 Email: mushahid.raza298@gmail.com

مرکز صوفیہ بستان المحدثین دہلی شریف میں چار روزہ عظیم الشان

World Sufi Forum — ورلڈ صوفی فورم

1st WORLD SUFI FORUM

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس

INTERNATIONAL SUFI CONFRENCE

BMUIA

۷،۸،۹،۱۰ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ/ ۱۷،۱۸،۱۹،۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء بروز جمعرات، جمعہ، سنیچر، اتوار

عرب وخلیج، سینٹرل ایشیا، ساؤتھ ایسٹ ایشیا، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ اور ہندوستان وبنگلہ دیش کے

۲۰۰ معروف ومقبول علما وصوفیہ مشائخ کا عظیم تاریخی اجتماع

تصوف

تائید وتسلیم
صدق وصلاح
وقار ووفا
فوز وفلاح

تصوف

توبہ
صفا
ولایت
فنا

افتتاحی اجلاس: ۱۷، مارچ ۲۰۱۶ء۔ وِگیان بھون لودھی روڈ، نئی دہلی

سیمینار: ۱۸، ۱۹ مارچ ۲۰۱۶ء۔ انڈیا اسلامک کلچرل سینٹرل۔ لودھی روڈ، نئی دہلی

اختتامی اجلاس: ۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء۔ رام لیلا میدان، نئی دہلی

DECLARATION DAY

دہلی میں علما ومشائخ کا عالمی انجمن

زیر انتظام

علمائے اہل سنت
وطلبۂ جامعات
واسلامی مدارس

زیر اہتمام

آل انڈیا
علما ومشائخ بورڈ
دہلی

All India Ulama & Mashaikh Board

(An appex body of Sunni Muslims)

Head office: 20-Johri farm Jamianagar New Delhi-25

Cont: **011-26928700,9212357769** ***Email:*** **aiumbdel@gmail.com** ***Website:*** **www. aiumb.com**

صوفیہ کا عقیدہ ونظریہ

’’ایک بے قصور انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔‘‘ (قرآن حکیم)

صوفیہ کا مذہب ومسلک

’’اگر راہ میں کانٹے بچھانے والوں کو کانٹے بچھا کر جواب دیا جانے لگا تو پوری دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔‘‘

۱۲ ربیع الاول کو "عالمی یوم امن" کے طور پر منانے کی رضا اکیڈمی کی اپیل

رضا اکیڈمی کی جانب سے دنیا کے ۵۰/ اسلامی ممالک کے سربراھان کو اس تعلق سے خطوط روانہ کئے گئے ھیں، وزیر اعظم نریندر مودی کو بھی خط بھیجا گیا

۱۲/ ربیع الاول کو امام الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کی مناسبت سے اس دن 'عالمی یوم امن' کے طور پر منایا جائے۔ اس حوالہ سے درخواست کرتے ہوئے رضا اکیڈمی کی جانب سے دنیا کے ۵۰ سے زائد اسلامک ممالک کے سربراہان کو خطوط روانہ کیے گئے اور یہ خط وزیر اعظم نریندر مودی کو بھی بھیجا گیا۔ منگل کے دن رضا اکیڈمی کے دفتر میں ایک پروگرام کے دوران علماء اور ائمہ کے ذریعہ ۱۲/ کبوتروں کو چھوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی مناسبت سے امن کا پیغام دیا گیا۔

خطوط روانہ کرنے کا سبب

رضا اکیڈمی کے جنرل سکریٹر محمد سعید نوری صاحب نے بتایا کہ "دنیا مختلف تاریخوں کے حوالہ سے دنوں کی تخصیص کی گئی ہے اور اس حوالہ سے پروگراموں کا اہتمام کرتے ہوئے ان شخصیات اور ان کی خدمات کو یاد کیا جاتا ہے اور جن کے ذریعے لوگوں کو ترغیب دلائی جاتی ہے اس لیے میٹی کے ارکین اور علماء کے باہمی مشوروں کے بعد یہ طے کیا گیا کہ چونکہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لیے رحمت اور محسن اعظم بن کر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت پر اتنے عظیم احسانات فرمائے ہیں کہ قیامت تک کا آنے والا انسان ان احسانات سے بری نہیں ہوسکتا

۱۲/ ربیع الاول کی مناسبت سے مختلف پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اس تاریخی اور عظمت والے دن کو 'عالمی یوم امن' کے طور پر منایا جائے اسی سبب پہلی مرتبہ اس انداز میں پیش رفت کی جارہی ہے۔

سعید نوری صاحب نے یہ بھی کہا کہ "خطوط بھیجنے کا سلسلہ منگل سے شروع کردیا گیا ہے اور افغانستان، شام، مصر، عراق وغیرہ کے سربراہان کو بھیج بھی دیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ سربراہان سے درخواست کی گئی ہے وہ اس دن کو مستقل طور پر 'عالمی یوم امن' کے طور پر اپنی حکومت میں اعلان کردیں اور اس کا اہتمام بھی کروائیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ "موجودہ دور میں جس طرح مسلمان اور اسلام کی شبیہ بگاڑنے اور بسا اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کو نشانہ بنانے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے اس سے مثبت پیغام عام ہوگا

۱۲/ سفید کبوتر اڑائے گئے

انہوں نے کبوتروں کے اڑانے کے تعلق سے کہا کہ سفید کبوتر امن کی علامت سمجھے جاتے ہیں، اسی لیے اس کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر رضا اکیڈمی کے دفتر میں کئی علماء موجود تھے جبکہ مولانا امان اللہ رضا خان، مولانا محمود عالم رشیدی (خطیب وامام ہری جامع مسجد گوونڈی)، مولانا ولی اللہ شریفی اور دیگر نے کبوتر اڑائے"

رضا اکیڈمی کی اپیل پر بابری مسجد کی شہادت 23 ویں برسی پر اذان دی گئیں

رضا اکیڈمی کی جانب سے سہ پہر ۳:۴۵ منٹ پر مینارہ مسجد، مانڈوی پوسٹ آفس، بھنڈی بازار جنکشن پر اذانیں دی گئیں

ممبئی: مسلم تنظیموں کی جانب سے ۶ ردسمبر کو یوم سیاہ منایا جاتا ہے اس موقع پر پولیس نے سخت حفاظتی انتظامات کئے ہیں۔ رضا اکیڈمی بابری مسجد کی شہادت پر یوم سیاہ منعقد کرتی ہے۔ ۳:۴۵ منٹ پر شہادت کے وقت ممبئی کی مینارہ مسجد، کھتری مسجد اور مانڈوی پر اذانیں دی گئیں رضا اکیڈمی نے اس روز مسجد کی بازیابی کے لیے خصوصی دعا بھی کروائی یوم سیاہ کے موقع پر بابری مسجد کی شہادت پر مسلم تنظیمیں اسے یوم سیاہ کے طور پر مناتی ہے یہ اس ملک کا سب سے سیاہ ترین باب تھا جس روز بابری مسجد کو شرپسندوں نے مسمار کردیا اس لیے مسلم تنظیمیں اس روز یوم سیاہ مناتی ہیں بابری مسجد اور امبیڈکر جینتی کے پیش نظر پولیس نے شہر کو الرٹ کردیا تھا۔ بابری مسجد کے برسی کے موقع پر رضا اکیڈمی مینارہ مسجد کے باہر اذان کا اہتمام کرتی ہے اور بطور احتجاج بچے، بوڑھے اور نوجوان اپنے ہاتھوں اور سروں پر کالی پٹیاں، کالا فیتہ باندھتے ہیں۔

۹۷/ واں عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ منایا گیا

۹۷/ واں عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ عرس مبارک ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ ردسمبر ۲۰۱۵ء بروز منگل کھتری مسجد میں منایا گیا بعد نماز ظہر قرآن خوانی، تقاریر، نعت ومنقبت پھر ۲:۳۸ منٹ پر قل شریف کا فاتحہ ہوا بعد ہ لنگر رضا کھلایا گیا۔

فقط: عبد الغفار رضوی ڈونٹاڈ سٹریٹ ممبئی

REGISTERD WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA UNDER NO. 6061/63DL (DO-11) / 6055/2015-2017
PUBLISHING DATE 5,6 AND POSTING DATE - 10,11 EVERY ADVANCED MONTH
"KANZUL IMAN" MONTHLY FEBRUARY-2016 Rs.20/-
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi - 110006 Ph:. 011-23264524
weight 90 grams
Total 68 Pages with Title Cover
Editor: Mohammed. Qamruddin Razvi
Name & Address of Printers :- M.S. Printers - 1853, Katra Dhobiyan, Lal Darwaza, Sirki Walan Delhi-110006

"اگر راستے میں کانٹے بچھائے جانے والوں کو کانٹے بچھا کر جواب دیا جانے لگا تو پوری دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔"

(سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی)

"دین اسلام نے امن عالم کی بنیاد احترام انسانیت پر رکھی ہے۔ دنیا میں ظلم کا خاتمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ انصاف و عدل قائم نہ کردیا جائے اور انتقام کی روایت کو مکمل طور پر ختم کردیا جائے۔"

اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن، عالم اسلام اور عالم انسانیت پر حملہ آور دہشت گردی سے بیزار
مسلمانانِ ہند کی جانب سے علمائے اہل سنت و جماعت و مشائخ کرام کی نمائندہ

دہشت گردی مخالف کانفرنس

28 / 8 Feb.

ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ / ۸ فروری ۲۰۱۶ء بروز پیر، صبح ۱۰ بجے سے شام ۴ بجے تک

زیر اہتمام: آل انڈیا تنظیم علمائے اسلام

بمقام: تال کٹورہ اسٹیڈیم

زیر انتظام: علمائے اہل سنت، دہلی

ظہر کی نماز اسٹیڈیم میں ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے گی

مولانا محمد اشفاق حسین قادری
9868436228,9873877274
tanzeemislam29@gmail.com website:-www.tanzeemulmaeislam.com

دہشت گردی کا خاتمہ اور امن وامان کا قیام صرف عشق رسول سے ہی ممکن ہے۔ آج دنیا میں جہاں بھی انتہا پسندی، دہشت گردی، بربریت اور شیطنت نظر آتی ہے، اس میں دنیا کے وہ انسان ہرگز ملوث نہیں جن کے سینوں میں عشق رسول کا چراغ روشن ہے۔ اس لیے کہ جو نبی کا غلام اور عاشق رسول ہوتا ہے، وہ کبھی دہشت گردی اور انتہا پسندی میں ملوث نہیں ہوتا، وہ کبھی امن وامان کو غارت نہیں کرسکتا۔ اس کی سرشت اور طبیعت وفطرت تو فطری امن اور طبعی امان کی ہے۔ اس طبیعت وفطرت کے لوگ صوفی سنی مسلمان کہلاتے ہیں۔